ذکرِ رضا

محمد نور المصطفیٰ رضوی

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور
(پاکستان)

سوانح حیات اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت

امام احمد رضا

قادری بریلوی

قدس سرہ العزیز

ذکرِ رضا

مصنف

محمد نور المصطفیٰ

تاریخی نام :- "نایابِ ذکرِ رضا"

۱۹۸۵ء

مستخرجہ :- حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سلسلۂ مطبوعات نمبر :- ۹۲

جملہ حقوق محفوظ ہیں :-

نام کتاب	ذکرِ رضا
موضوع	سوانح حیات امام احمد رضا بریلوی
مصنف	محمد نور المصطفیٰ
کتابت	محمد ارشد سلیم قادری چونڈہ موم (سیالکوٹ)
بار اول	جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ ، دسمبر ۱۹۹۰ء
تعداد	گیارہ سو
مطبوعہ	احمد سجاد آرٹ پریس موہنی روڈ لاہور
بذریعہ ڈاک	۵/۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ

ملنے کا پتہ :- رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ
چاہ میراں، لاہور پاکستان، کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰ فون نمبر ۷۶۵۰۴۴

عطیات بھیجنے کے لئے :- رضا اکیڈمی اکاونٹ نمبر ۹۳۸/۳۸
حبیب بنک وسن پورہ برانچ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترتیب

انتساب	۵
آغازِ سخن	۷
تقدیم	۸
تعارف	۱۰
تاثرات	۱۴
حب محبوبِ خدا ایمان او	۱۶
تقریظ	۱۹
ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت احمد رضا خاں پر	۲۰
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی حیات ایک نظر میں	۲۱
ولادت باسعادت	۲۴
آباؤ اجداد	۲۶

بچپن ۲۷
ابتدائی تعلیم ۲۹
ذہانت ۳۲
علوم وفنون ۳۵
تصانیف ۳۸
بیعت وخلافت ۴۰
عشقِ رسول ۴۲
زیارت حرمین شریفین ۴۶
حدیثِ رسول پر تیقن ۴۷
مدینے کی تڑپ ۵۰
نعت گوئی ۵۴
ادب واحترام ۶۱
اخلاق وعادات ۶۳
معمولات ۶۴
غذا ۶۵
سیاسی بصیرت ۶۵
وعظ وارشاد ۷۰
چند خلفاء کرام ۷۳
چند اہم ارشادات ۷۴
وصال ۷۷

انتساب

حضرت قبلہ والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

جن کے فیضانِ نظر اور مشفقانہ تربیت

نے آدابِ زندگی سکھائے،

جن کی دعاؤں نے اس ناچیز کو

سکون وطمانیت کی دولت سے

سرفراز فرمایا!

محمد نور المصطفیٰ

منقبت

بحضور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

جہاں عشق کے روحِ رواں احمد رضا خاں ہیں!
رہِ حق کے امیرِ کارواں احمد رضا خاں ہیں!

شہِ جیلاں کے نائب، سرورِ کونین کے عاشق
عدو کے واسطے شیرِ ژیاں احمد رضا خاں ہیں!

رگ و ریشہ میں انکے موجزن عشقِ محمد ہے
نبی کی نعت میں رطب اللساں احمد رضا خاں ہیں

مجدد بھی، محدث بھی، مفکر بھی، مفسر بھی
ہمارے پیشوا فخرِ زماں احمد رضا خاں ہیں

ریاضی، فلسفہ، تاریخ ومنطق کے شناسا ہیں
امیرِ محفلِ نکتہ وراں احمد رضا خاں ہیں

وہ ہیں کشافِ اسرارِ علوم دین و دُنیا ہیں
کہ ناموسِ نبی کے پاسبان احمد رضا خاں ہیں

نگاہوں میں ہے انکی شخصیت کا احترام اب تک
دلوں کی سلطنت کے حکمراں احمد رضا خاں ہیں

رسول اللہ سے **محمود** اُلفت اصلِ ایماں ہے
محبت کے حقیقی ترجماں احمد رضا خاں ہیں!

نتیجہ فکر: جناب راجہ رشید محمود صاحب ایم۔اے، لاہور
سینئر ماہرِ مضمون پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

آغازِ سخن

زیرِ نظر تالیف "ذکرِ رضا" ناچیز کی اولین کوشش ہے جسے اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہِ عشق ومحبت میں مصر کی بڑھیا کے سوت کی چند تاروں کی حیثیت سے پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

میں ذاتی طور پر نہ تو قلمکار ہوں اور نہ ہی مجھے لکھنے کا سلیقہ ہے جہاں تک اس تالیف کا تعلق ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم، اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ اور مخلص احباب کے ذوق کا نتیجہ ہے۔

میں پیکرِ زہد وتقویٰ حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب مدظلہ العالی گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کا تہ دل سے مشکور ہوں جن کی رفاقت اور پیہم تقاضوں نے مجھے مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ کیا۔ پروفیسر صاحب کی علم دوستی، معارف پروری، خلوص، محبت اور چھوٹوں کی حوصلہ افزائی نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ آپ کی تربیت اور صحبت کے فیض نے سینکڑوں نوجوانوں کو بے مقصد زندگی سے نکال کر تحریکِ عشقِ رسول کے فروغ کے لیے صدق و اخلاص سے جدوجہد کرنے کا جذبہ عطا کیا ہے۔

"ذکرِ رضا" کی ترتیب وتدوین میں موصوف نے خاص دلچسپی لی اور مخلصانہ تعاون وراہنمائی فرمائی اور استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی نوازشات اور مشفقانہ راہنمائی نے تصنیف وتالیف کے میدان میں میری ہمت افزائی فرمائی۔ میں صمیمِ قلب سے ان بزرگوں کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ اعظم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ "آمین"

محمد نور المصطفیٰ

تقدیم

رئیس التحریر محترم و مکرم جناب پروفیسر
ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی
ایم اے، پی۔ ایچ۔ ڈی
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ)

○

باسمہ تعالیٰ

برادرم مولانا صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ زید مجدہٗ قابل مبارکباد اور لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے ذکرِ رضا کے عنوان سے امام احمد رضا کی مختصر سوانح مرتب کی ہے انہوں نے اسمیں سیرت کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی ہے مثلاً خاندان، ولادت، طفولیت، تعلیم و تدریس، ذہانت و فطانت، بیعت و خلافت، زیارت حرمین شریفین، نعت گوئی اور شاعری، اخلاق و عادات، معمولات، سیاسی بصیرت، وعظ و ارشاد، خلفاء، تصانیف وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کو اجرِ عظیم عطا کرے اور مزید ذوق و شوق ارزانی فرمائے "آمین"

ہر لحظہ نیا طور، نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

امام احمد رضا کی سوانح پر متعدد حضرات نے قلم اٹھایا، ہر ایک سوانح نگار نے اپنے اپنے ذوق اور رسائی کے مطابق اردو، عربی، انگریزی، گجراتی، بنگالی، سندھی

وغیرہ میں سوانح اور مقالات لکھے ہیں حقیقت میں امام احمد رضا کی شخصیت ایسی ہے جس کا بار بار ذکر ہونا چاہیئے آپ کی نگارشات میں عشق رسول کی مہک ہے۔ گستاخیوں کا دھواں نہیں۔ آپکی تحریریں نورانی ہیں، ظلماتی نہیں ـــ دورِ جدید کی متعفن اور تاریک فضاؤں میں ایسی مہکتی اور نورانی تحریروں کی ضرورت ہے جو ذہنوں کو معطر کر دے اور دلوں کو جگمگا دے۔

تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
تیرے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

ہم سب کو عزیز گرامی مولانا محمد نور المصطفیٰ زید مجدہٗ کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اس فرض کو پورا کیا اور ایک اہم خدمت انجام دی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور دارین میں خوب خوب نوازے۔

(آمین)

○

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہٗ

تعارف

عاشقِ رسول، پیکرِ علم و عمل، فاضلِ جلیل
حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب ایم اے
گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

زیرِ نظر کتابچہ مجددِ ملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ آپ دورِ آخر کے بے مثال فقیہ، عظیم ترین محدث، بلند نگاہ مفتی، معتمد ترین مفکر، بہترین مصنف اور نغز گو شاعرِ نعت ہیں۔ علمِ ظاہر کے ذروۂ علیا پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ صفائے باطن کی دولتِ سرمدی سے بھی مالا مال تھے۔ آپ کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ کو انگریز اور ہندوؤں کی سازشوں اور چالوں سے محتاط و محفوظ رہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے "اتحادیوں" اور "صلحکلیوں" کی فریب کاریوں کا مقابلہ کر کے فرزندانِ اسلام کو اپنا ملی تشخص اپنانے کی راہ دکھائی۔ (حضرتِ اقبال نے اِس انفرادی اور اجتماعی "خود شناسی" کو خودی کا نام دیا ہے۔)

دورِ غلامی میں اُبھرنے والے سیاسی و دینی فتنوں کی ہولناکیاں سامنے ہوں تو "کلکِ رضا" کے خنجرِ خونخوار کی جولانیوں کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔ آپ کی شعلہ مقالی سے باطل کے کتنے ہی خرمن بھسم ہو کے رہ گئے اور آپ کے قلم نے کتنے ہی فتنوں کا سر قلم کر کے رکھ دیا۔

بُرا ہو تعصب و تیرہ دلی کا، ایسے عظیم مصلح کی بصیرت سے استفادہ و استفاضہ کرنے کی بجائے ایک گروہ نے اپنے مخصوص مقاصد کے پیشِ نظر، ان کی عظمت کے

تابناک پہلوؤں کو عوام کی نظر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے اپنی حیاتِ مستعار وقف کر دی۔ کیوں نہ ہو

جنہیں ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا — اُنہیں سچوں کو جھٹلانا پڑے گا

اصل میں یہ لوگ سرکارِ دو عالم شافعِ اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کد رکھتے ہیں اور یہ انہیں قطعاً گوارا نہیں کہ فضائے ارض و سما میں ان کے ہوتے ہوئے ذکرِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صدائیں بلند ہوں۔ ان کے نزدیک گویا فحاشی کے اڈے اتنے قابلِ مذمت نہیں جتنی معاذ اللہ حمد و نعت کی محفلیں، اور فلمی گانوں کو روکنا اتنا ضروری نہیں جتنا فضائلِ محبوبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ اب جو شخص ان کے علی الرغم خدا جلّ و علیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وفادار ہو، ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ فاضلِ بریلوی کا یہی "قصور" ہے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ، اپنے سب کچھ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے وقف کر دیا تھا۔

دزدی نہ کردہ ایم و کسے را نہ کشتہ ایم
جرم است ہمیں کہ عاشقِ روئے تو گشتہ ایم

اس پس منظر میں یوں لگتا ہے جیسے رُوحِ رضا سبز گنبد کی طرف متوجہ ہو کر التجا کر رہی ہو۔

بجرمِ عشقِ توام می کشند غوغائیست
تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

یہ اسی التجا کا نتیجہ ہے کہ محبوبِ کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہِ بے کس پناہ کی رحمت اپنے مخصوص خوش بخت غلاموں کو جھنجھوڑتی ہے اور وہ اس مدّاحِ حبیبِ لبیب کی مدح سرائی سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جن کے دلوں میں بھی عشقِ رسول کا جذبہ موجزن تھا۔ اُنہوں نے ہمیشہ اس اپنے عظیم محسن (حضرت رضا علیہ الرحمۃ) کے کارناموں کی تحسین کی۔ اولیاء و صوفیا نے ان پر اعتماد کیا۔ حرمین شریفین کے خواص نے انہیں مجدد کہا، حاجی عبد السمیع بیدل رامپوری

(خلیفۂ مجاز حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہما الرحمۃ) نے البحر الطمطام قرار دیا۔ علامہ اقبال نے "وقت کا امامِ اعظم" بتایا، مولانا محمد علی جوہر نے بہترین محدث اور بہترین فقیہ سے ملقب کیا اور چھوٹوں بڑوں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت گردانا۔

اسی زمرۂ خواص میں اہلِ قلم کا وہ خوش نصیب طبقہ بھی شامل ہے جنہوں نے مستقل تصانیف لکھ کر اس عظیم رئیس العاشقین کی بارگاہ میں ھدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ فاضلِ نوجوان، خطیبِ حق بیان حضرت مولانا محمد نور المصطفیٰ رضوی سلمہ بھی اس کتابچہ کے ذریعے ماشاء اللہ اس سعادت مند گروہ سے وابستہ ہوگئے ہیں۔

جنابِ رضوی اپنی سنجیدہ مزاجی، ژرف نگاہی، خلوصِ عشق، صفائے کردار، عظمتِ اخلاق، ذوقِ علم وتحقیق اور قائدانہ وخطیبانہ صلاحیتوں کے اعتبار سے نوجوانانِ ملت کے لیے سرمایۂ فخر وتقلید ہیں۔ سیالکوٹ میں اُن کے ورودِ مسعود کو چند ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا مگر اس قلیل مدت میں اُن کے حلقۂ اثر کی وسعت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ

ع دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

دورِ حاضر کا ایک عظیم المیہ یہ ہے کہ مبلغینِ اسلام کی ایک کثیر تعداد اپنے فرائض کی تکمیل سے قاصر دکھائی دیتی ہے بلکہ شعورِ تکمیل سے بھی محروم ہے، بلکہ کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ذریعۂ معاش کی مجبوری اُنہیں اس طرف لے آئی ہے ورنہ انہیں دین و مذہب سے شاید دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس صورتِ حال سے فائدہ اُٹھا کر ہی ایسے لوگوں نے دورِ جدید کے بدلے ہوئے تقاضوں کا بہانہ بنا کر تبلیغ تو شروع کردی مگر اسلام ربانی کی نہیں، "اسلام جدید" کی، جو اُن کے اپنے دِلوں کی پیداوار ہے۔ اس نازک صورتِ حال میں بہت ہی کم مبلغ قدیم اسلام کو جدید انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہیں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ممدوح حضرت رضوی بھی دینِ حق کے ایسے ہی سپاہی ہیں جن پر حضرت اقبال علیہ الرحمۃ

کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

رضوی صاحب کے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد عبدالکریم صاحب دامت برکاتہ، (نزیل خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ) بلند پایہ عالمِ دین اور روشن خیال مصلح ومفکر ہیں۔ اُنہوں نے یوں تو کتنے ہی سینوں کو علم کے نُور سے منور کیا ہوگا مگر اُن کے فیضِ تربیت کی منہ بولتی تصویر اُن کے یہی جسمانی وروحانی فرزندِ ارجمند (رضوی صاحب) ہیں۔ میں انہیں پہلے صرف خطیب سُنتا اور سمجھتا تھا مگر رنگِ خطابت دیکھ کر یقین ہُوا طبیب بھی ہیں۔ ہاں ہاں ان کا حکیمانہ طرزِ تقریر قلب وروح کی کئی بیماریوں کا علاج بن جاتا ہے۔ اور یہ رنگ ان کی تحریر میں بھی قائم ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی حیاتِ طیبہ اور تجدیدی کارناموں پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور وہ سب قابلِ قدر ہے۔ مولانا رضوی نے اس سب کا جامع خلاصہ ملت کے نوجوانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس میں اُنہوں نے بالکل مثبت انداز میں اعلیٰ حضرت کی سیرت کے مختلف ومتعدد پہلو اُجاگر کیے ہیں۔ طرزِ بیان ازحد دلکش ودلنشیں ہے۔ تحریر پڑھ کر اس عظیم انسان کی عظمت کا سراپا آنکھوں میں پھرنے لگتا ہے۔ حکیمانہ پہلو یہ ہے کہ تمام ضروری باتیں بھی پیش کردی ہیں اور انداز بھی عام فہم ہے جس سے مجھ ایسا قلیل العلم بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ یہ مولانا کی غالباً پہلی تصنیف ہے۔ یہ بھی نیک فال ہے کہ اس کا تعلق ایک مردِ حق کے سوانحِ حیات سے ہے۔ دُعا ہے کہ ربِ اکرم وارحم جل مجدہٗ اپنے حبیبِ اکرم وارحم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اسے قبولِ عام کا شرف بخشے اور مصنف کو جزائے جزیل وجمیل سے نوازے۔ (آمین ثم آمین)

محمد حسین آسی نقشبندی حسینی
ایم-اے (سیالکوٹ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دنیائے عشق و محبت میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نام سچائی کی جان بن چکا ہے، برِّاعظم ایشیاء کے مسلمان ان کی نسبت سے جانے پہچانے جاتے ہیں بین الاقوامی سطح پر اعلیٰ حضرت کی ذات ستودہ صفات علم و عمل کی گہرائی و گیرائی میں معروف ہے۔

سیدِ عالم رسولِ مکرم، حبیبِ خدا جناب احمد مُصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشاق میں امام احمد رضا بلند مقام پر فائز ہیں۔ برِّصغیر پاک و ہند میں اکابر عُلماء و مشائخ اہلسنّت کی ایک طویل فہرست سامنے رکھئے جو آپ کے معاصر ہونے کے ناطے اور اپنی علمی و عملی وجاہت کے باعث وسیع دائرۂ اثر رکھنے والی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی قومی و ملّی، تبلیغی و رُوحانی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اوصاف کی جامع ہستیاں ہونے کے باوجود انہیں وہ شہرت و مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے حصہ میں آئی، جب ہم اس نہج پر غور کرتے ہیں تو بالتحقیق ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے دشمنانِ رسولِ انام (علیہ التحیّۃ والسّلام) کو ہر محاذ پر شکست دی۔ اسلام و سُنّیت پر حملہ آوروں کا پوری قوّت سے مقابلہ کیا جب وہ خائب و خاسر اور ناکام ہُوئے تو انہوں نے زبان و قلم سے اعلیٰ حضرت کا علمی مقابلہ کرنے کی بجائے ذات کو نشانہ بنایا، دشمنوں نے سمجھا تھا کہ اس طرح فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو خاموش کر دیا جائے گا، مگر جو اپنے شب و روز ذکرِ خدا و مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت کے لئے وقف کر

چکا ہو اسے کون مات کر سکتا ہے، جس ذاتِ مقدسہ کا یہ اعلان فضائے عالم میں گونج رہا ہو ؎

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائیں گے

اس کے ذکر کو خدا نے دوام بخشا اور آج ہزاروں کی تعداد میں کتب، رسائل، جرائد، پمفلٹ، اشتہار، جلسے، ایّام، انہیں کے نام سے وجود میں آ رہے ہیں۔ جن میں "**ذکرِ رضا**" بھی ایک حسین اور ٹھوس انداز میں آپ کے ہاتھ میں ہے، جسے فاضلِ جلیل مولانا علامہ صاحبزادہ محمد نور المصطفٰے زید مجدہٗ نے قلم بند فرمایا ہے۔ مختصر، جامع اور خوبصورت اندازِ تحریر پڑھئے اور دُعا دیجئے۔ مصنف و ناشر اور رضا اکیڈمی کے معاونین کو جن کی مالی خدمت کے باعث یہ اکیڈمی روز بروز ترقی کی منازل باحسن وجوہ طے کر رہی ہے۔

محمد مقبول احمد قادری ضیائی۔ لاہور

(۷-۱۱-۹۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُبِّ محبوبِ خدا ایمانِ او

محقق العصر، عمدۃ الفضلاء، استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی چودھویں صدی کی وہ قدآور علمی، دینی، ادبی اور سیاسی شخصیت ہیں جنہوں نے مسلکِ اہلِ سنت و جماعت اور مذہبِ حنفی کی حفاظت اور دلائل و براہین سے شاندار وکالت فرمائی۔ لاکھوں کروڑوں دلوں کو نورِ ایمان اور خدا و رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے سرشار کیا، اس دور میں جب سیدھے سادے مسلمانوں کے دلوں سے حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت ختم کرنے کی مذموم تحریک جاری تھی اور خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں شمعِ محبت کی یہ لو دم ہی نہ توڑ جائے ایسے میں امام احمد رضا بریلوی کے قلم نے حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار اس فیاضی سے بکھیرے کہ صبح کا گمان ہونے لگا اور تاریکیوں کو اپنا منہ چھپانا مشکل ہو گیا۔

اسی طرح جب بیسویں صدی عیسوی کے دوسرے عشرے میں وار دھا کے سامری گاندھی نے تحریکِ ترکِ موالات چلائی تو مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر اس کی فسوں کاری کا شکار ہو کر اپنا دین و ایمان تک لٹانے پر تیار ہو گئے ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے لگائے گئے، گاندھی کو منبروں پر بٹھا کر تقریریں

کرائی گئیں، قرآنِ پاک اور رامائن کو ایک پالکی میں رکھ کر جلوس نکالے گئے۔ مسلمانوں کی پیشانیوں پر تلک (ہندو ٹریڈ مارک) لگایا گیا۔ ان حالات میں امام احمد رضا بریلوی نے مرضِ وصال میں امتِ مسلمہ کو پیغام دیا کہ انگریز کے پنجۂ استبداد سے رہائی حاصل کرنا بے شک قابلِ ستائش ہے لیکن یہ طریقِ کار کسی طرح بھی مستحسن نہیں کہ ہندوؤں کو اپنا امام و مقتدا بنا لو اور ان کے ساتھ اس حد تک راہ و رسم بڑھالو کہ تمہارا اپنا تشخص ہی ختم ہو جائے۔ اگر تمہارا دین و ایمان ہی جاتا رہا تو آزادی کس کام کی؟ تم پر تو یہ مقولہ صادق آئے گا کہ

آسمان سے گرا اور کنوئیں میں پہنچا

مسلمان الگ قوم ہے اور ہندو الگ قوم، یہی وہ دو قومی نظریہ تھا۔ جس کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا۔

امام احمد رضا بریلوی کے بلند اخلاق کا اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طالب علم نے خط لکھا کہ مجھے شرفِ آفتاب کے وقت سے مطلع فرمائیں میں اس وقت ایک تعویذ کندہ کرانا چاہتا ہوں، باوجودیکہ وہ طالب علم واقف نہ تھا۔ آپ نے اسے بذریعہ تار جواب دیا خط لکھنے کی صورت میں یہ نقصان ہوتا کہ وقت گزرنے کے بعد خط پہنچتا۔

انجمن طلباءِ اسلام، امام احمد رضا بریلوی کے پیغام کے امین اور علامہ اقبال کے شاہین، طلبہ کی وہ جماعت ہے جو سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت میں رنگنے کے لیے مصروفِ کوشش ہے۔

یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ انجمن کے گُلِ سرسبد اور سابق صدر جناب محمد نور المصطفےٰ رضوی نے مختصر کتابچہ میں امام احمد رضا بریلوی کے سوانحِ حیات،

ان کی علمی، دینی اور ملی خدمات کو خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے خدا کرے کہ قرطاس وقلم کے ساتھ ان کا رابطہ مسلسل قائم رہے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تمام تر توجہ تحریر وتصنیف پر مرکوز رکھی۔ تقریر وخطابت کی طرف بہت کم توجہ دی، اس کا نتیجہ ہے کہ آج ایک دنیا ان کے قلمی شاہپاروں سے مستفید ہو رہی ہے، بلاشبہ وہ سحر بیان خطیب تھے اگر وہ تمام تر توجہ خطابت پر صرف فرما دیتے تو آج کی دنیا ان سے مستفید نہ ہو پاتی۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ
۶ جنوری ۱۹۸۵ء

تقریظ

شیخ الحدیث استاذ العلماء الحاج حضرت العلامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ درگاہ شریف حضرت پیر صاحب پاگارہ پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور میرس (سندھ)

عزیزی صاحبزادہ نور المصطفیٰ اسلمہ ربہٗ

دعائیں!

آپ کا مرسلہ مسودہ موصول ہوا، میں نے بالاستیعاب اس کا مطالعہ کیا۔ جہاں جہاں ضروری تصحیح تھی وہ بھی کر دی گئی ہے۔ ماشاءاللہ آپ نے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے سوانح حیات مختصر طور پر لکھی ہے جو فضائل وکمالات و مراتب پر مشتمل ہے۔ واقعی اس زمانہ میں اس کی ضرورت تھی کہ اعلیٰ حضرت قبلہ بریلوی کے حالات کو مختصر طور پر کسی رسالہ کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔ تاکہ لوگ کم از کم وقت میں ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

مولیٰ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے اس ضرورت کو پورا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپکی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اہلسنّت کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقیر تقدس علی
قادری رضوی بریلوی
جامعہ راشدیہ
درگاہ شریف حضرت پیر صاحب پاگارہ
پیر گوٹھ ضلع خیرپور (سندھ)

ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت احمد رضا علیہ الرحمۃ خاں پر

نبی کا عشق فرضِ اولیں ہے ہر مسلماں پر — سعادت ہے جو ہو قربان جان اس جانِ ایماں پر
خدا کا ہو کرم اس عاشقِ محبوبِ رحماں پر — محبت کے حدی خواں اور ملت کے نگہباں پر

ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت احمد رضا خاں پر

کوئی دیکھے تو عالم عشق بیخود کی رسائی کا — نگاہِ مردِ مومن کی حقیقت آشنائی کا
زمانہ معترف ہے آپ کی عقدہ کشائی کا — عدو حیران ہیں اس علم پر اس فہمِ قرآں پر

ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت احمد رضا خاں پر

کسی نے جب کہا ممکن ہے کذبِ خالقِ باری — کوئی بولا تسلسل سے نبوت کا ابھی جاری
ہوئے قائل جو مثلِ مصطفےٰ کے چند نگاری — یہ عبد المصطفےٰ تھا پل پڑا ہر عبدِ شیطاں پر

ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت احمد رضا خاں پر

ہوئیں جب سازشیں محبوبِ اکرم سے بغاوت کی — جو دھندلانے لگی عظمت محبت کی اطاعت کی
بتاؤ کس نے اہلِ عشق و ایماں کی قیادت کی — دفاعِ ملتِ بیضا کے اس مخصوص احساں پر

ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت احمد رضا خاں پر

مجھے بھی فیض پہنچا اک شہنشاہِ طریقت سے — میں سُنی ہوں بحمد اللہ مرشد کی عنایت سے
تعارف جس نے کروایا جنابِ اعلیٰحضرت سے — دل و جاں سے فدا آسی ہوں اس خورشیدِ عرفاں پر

ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت احمد رضا خاں پر

سیدی و مرشدی حضور قبلہ عالم حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
علی پور سیداں سیالکوٹ

عبد المصطفیٰ محمد حسین آسی نقشبندی
پروفیسر
گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی حیات ایک نظر میں

- ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء
- ختم قرآنِ مجید ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء
- پہلی تقریر ربیع الاوّل ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء
- پہلی عربی تصنیف ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء
- دستارِ فضیلت شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء
- آغاز فتویٰ نویسی ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء
- آغاز درس و تدریس ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء
- فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء
- بیعت و خلافت ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء
- پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- شیخ احمد بن زین بن دحلال مکی سے اجازتِ حدیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- مفتی مکہ شیخ عبد الرحمٰن السراج سے اجازت حدیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

- پہلی اُردو تصنیف ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء
- اِمام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمال اللیل مکّی سے اجازتِ حدیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- تحریکِ ترکِ گاؤکشی کا سدِّباب ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء
- پہلی فارسی تصنیف ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء
- ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء
- تحریک ندوہ سے علیحدگی ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء
- عُلماءِ ہند کی طرف سے خطاب مجددِ مائۃ حاضرہ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء
- تاسیس دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء
- دُوسرا حج اور زیارت حرمین طیّبین ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء
- علماءِ مکّہ مکرّمہ و مدینہ منوّرہ کے نام سنداتِ اجازت وخلافت ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء
- قرآنِ کریم کا اُردو ترجمہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء
- شیخ موسٰی علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب "امام الائمۃ المجدد الھٰذہ الامہ" یکم ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء
- حافظ کتب الحرام سیّد اسمٰعیل خلیل مکّی کی طرف سے خطاب "خاتم الفقہا والمحدّثین" ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء
- علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

- ملّتِ اسلامیہ کیلئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
- بہاولپور ہائیکورٹ کے جسٹس محمّد دین کا استفتاء اور اس کا فاضلانہ جواب ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
- مسجد کانپور کے قبضے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
- ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی آمد اور استفادۂ علمی مابین ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء
- انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء
- تاسیس جماعت رضائے مُصطفٰے بریلی، تقریبًا ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۷ء
- سجدۂ تعظیمی کی حرمت پہ فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء
- امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء
- آئزک نیوٹن اور آئن سٹائین کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
- ردّ حرکتِ زمین پر ۱۰۵ دلائل اور فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
- فلاسفہ قدیمہ کا ردِّ بلیغ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
- وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء

ماخوذ

روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولادت با سعادت

امام احمد رضا بریلوی ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ ، ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ بریلی شریف (بھارت) میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد گرامی مولانا شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور میں ہندوستان کے متبحر عالم دین اور معروف مفتی تھے، علوم ظاہری میں آپکا کوئی نظیر و مثیل نہیں تھا۔ اور باطنی فہم و فراست کا یہ عالم تھا کہ جو زبانِ اقدس سے فرما دیتے وہی سامنے آتا۔ اللہ کریم نے آپ کی بلند نگاہ پر سب کچھ روشن فرما دیا تھا۔

آپ نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ اور اگلے ہی روز اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خان قدس سرہ العزیز سے خواب بیان کیا، جس کی تعبیر میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ:-

"خواب مبارک ہے" بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہاری پشت سے ایک ایسا صالح فرزند پیدا کرے گا، جو علوم کے دریا بہا دے گا اور اسکی

شہرت مشرق و مغرب میں پھیلے گی۔

جب امام احمد رضا بریلوی پیدا ہوئے تو آپکے جدِ امجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خان جو کہ تقویٰ و طہارت اور علم و فضل میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے، نے گود میں اُٹھایا، پیار کیا اور فرمایا:-

"میرا یہ بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا۔ اِسکے چشمہ عرفان سے ایک دُنیا سیراب ہوگی۔"

آپ کا اسم گرامی "محمد" رکھا گیا۔ آپ کے جدِ امجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خان نے "احمد رضا" تجویز فرمایا۔ آپ نے خود اپنے نام کے ساتھ "عبد المصطفیٰ" کا اضافہ فرمایا، اپنے نعتیہ دیوان میں فرماتے ہیں۔

ے خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لئے امان ہے

آپ کا تاریخی نام "المختار" ہے، المختار سے آپ کی ولادت کا سن ہجری ۱۲۷۲ھ نکلتا ہے، آپ نے خود اپنا سنِ ولادت حسب ذیل آیۂ کریمہ سے نکالا۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط

امام احمد رضا بریلوی نسباً پٹھان مسلکاً حنفی مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے آپ کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے۔

عبد المصطفیٰ احمد رضا خان ابن حضرت مولانا شاہ نقی علی خان ابن حضرت مولانا رضا علی خان ابن مولانا محمد کاظم علی خان ابن مولانا شاہ محمد اعظم خان ابن

حضرت محمد سعادت یار خان ابن حضرت سعید اللہ خان رحمہم اللہ تعالیٰ،

آباؤ اجداد

آپ کے آباؤ اجداد قندھار کے معزز قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے، وہ سلاطینِ مغلیہ کے دور میں لاہور آئے۔ اور معزز عہدوں پر فائز رہے لاہور کا شیش محل انہی کی جاگیر تھا۔ پھر وہاں سے دہلی منتقل ہو گئے اور اہم عہدوں پر فائز رہے چنانچہ حضرت محمد سعید اللہ خان صاحب کا منصب "شش ہزاری" تھا اور شجاعت جنگ آپ کا خطاب تھا۔ ان کے صاحبزادے سعادت یار خان صاحب کو حکومت کی طرف سے ایک مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیلکھنڈ بھیجا گیا۔ فتحیابی پر انکو بریلی کا صوبہ بنانے کے لیے شاہی فرمان آیا۔ لیکن وہ ایسے وقت آیا۔ جب آپ بستر مرگ پر تھے، حضرت مولانا محمد کاظم علی خان حکومت کے ممتاز عہدوں پر فائز رہے، آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔

قطبُ الوقت حضرت مولانا شاہ رضا علی خان ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے، اور شہر ٹونک (راجستھان) میں مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۳ سال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ کو سند فراغ حاصل کی، آپ کے خدا داد علم و فضل کی شہرت اطراف و زمان میں ہوتی، خصوصًا فقر و تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی، بہت پُر اثر وعظ فرماتے تھے،

آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں، خصوصًا فصاحتِ کلام، زہد و قناعت، سلام کی سبقت، علم و تواضع، تجرید و تفرید کو آپ کی خصوصیات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

تاج العلماء، حامیٔ سُنت، ماحیٔ بدعت، راس الفضلا، حضرت مولانا شاہ نقی علی خان ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے اپنے والد محترم سے علومِ دینیہ حاصل کیے، علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل تھی، باطنی فہم و فراست کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرما دیتے وہی ظہور میں آتا، زہد و تقویٰ علم و فضل، سخاوت و شجاعت، کرم و مروت، دبدبہ و جلال میں اپنی مثال آپ تھے۔

بچپن

ایامِ طفولیت میں ہی آپ کی پیشانی پر سعادت کے آثار نمایاں تھے اور حقیقت بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ جو بچہ ابتداءً ہی اتنا ہونہار اور ارجمند ہے، علم و فضل کا آفتاب بن کر چمکے گا۔

آپ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ بریلی شریف کی ایک مسجد میں مجذوب بشیر الدین صاحب رہا کرتے تھے۔ جو شخص اُن کے پاس جاتا اُسے بُرا بھلا کہتے، فاضلِ بریلوی کو ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ ایک دفعہ آپ اُن کے پاس چلے گئے، اور جا کر فرش پر بیٹھ گئے۔ وہ پندرہ بیس منٹ تو غور

سے دیکھتے رہے اور پھر کہنے لگے، کہ تم رضا علی خان صاحب کے کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں اُن کا پوتا ہوں، یہ سُن کر اُنہوں نے فرمایا "جبھی" پھر فوراً اُٹھے اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یہاں تشریف رکھیئے۔

شعائرِ اسلام کی حفاظت و پاسبانی کی جو روایات آپ کی تاریخ سے وابستہ ہیں، ان کا آغاز بھی بچپن ہی سے ہو چکا تھا۔

ایک دن اُستادِ گرامی بچّوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچّے نے آکر سلام کیا، اُستاد نے جواب میں کہا، "جیتے رہو" اس پر حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی نے فرمایا یہ تو جواب نہ ہُوا — وعلیکم السّلام کہنا چاہیئے تھا۔ آپ کے اس جذبۂ اظہارِ حق پر آپ کے اُستاد بُہت خوش ہُوئے اور بہت دُعائیں دیں۔

رمضان المبارک کا مقدّس مہینہ تھا۔ فاضلِ بریلوی کے پہلے روزے کے افطار کی تقریب منائی جا رہی تھی، خاصی گرمی پڑ رہی تھی کہ والد محترم آپ کو ساتھ لیکر ایک کمرے میں تشریف لے گئے، جہاں فرنی کے پیالے چنے ہُوئے تھے، حضرت والد ماجد نے فرمایا: لو کھا لو!

آپ نے عرض کی: میرا تو روزہ ہے کیسے کھاؤں، والد ماجد نے فرمایا، بچّوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، مَیں نے کواڑ بند کر دیتے ہیں۔ کوئی دیکھنے والا نہیں، کسی کو خبر نہ ہو گی۔ چپکے سے کھا لو، آپ جواب دیتے ہیں:

"جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔"

یہ سُنتے ہی حضرت والد ماجد کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، کمرہ کھول کر آپ کو باہر لے آئے۔

بچپن ہی سے حد درجہ ذکی اور زیرک تھے، نیکی اور دُعا و استغفار کی طرف بھی اسی دور سے لگاؤ ہو چکا تھا۔

ابتدائی تعلیم

بسم اللہ خوانی کی تاریخ معلوم نہ ہوئی۔ تاہم بسم اللہ خوانی کی تقریب میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ کے استاذِ محترم نے حسبِ قاعدہ آپکو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الف، با، تا، ثا پڑھایا، تو آپ پڑھتے چلے گئے، جب لام الف لا کی باری آئی، تو آپ خاموش ہو گئے، اُستاذ نے دوبارہ پڑھنے کے لیے کہا تو آپ پھر بھی خاموش رہے بلکہ فرمایا کہ دونوں لفظ تو اِس سے پہلے پڑھ چکے ہیں، اسوقت آپکے جدّ امجد حضرت مولانا رضا علی خان بھی موجود تھے اُنہوں نے فرمایا بیٹا اُستاذ کا کہا مانو۔ چنانچہ آپ نے جدّ امجد کے حکم کی تعمیل کی، لیکن اپنے جدّ امجد کے چہرۂ انور کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا، حضرت نے فراستِ ایمانی سے سمجھ لیا کہ بچّے کو شبہ ہو رہا ہے یہ حروفِ مفردہ کا بیان ہے۔ اس میں لا حرفِ مرکب کیسے آ گیا۔ حضرت نے آپ کی ارجمندی کے پیشِ نظر فرمایا کہ:

"الف چونکہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتداء مشکل ہوتی ہے اِس لیے اسے دوسرے حرف (لام) کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے شروع میں جو تم نے پڑھا ہے وہ درحقیقت ہمزہ ہے، الف نہیں"۔

آپ نے پھر سوال کیا کہ اگر الف کو کسی اور حرف کے ساتھ ملانا ہی تھا تو دال یا سین کے ساتھ ملا دیا جاتا۔ اتنی دور لام کے ساتھ ملانے کی کیا وجہ ہے ؟

حضرت جدِ امجد نے فرطِ محبت سے آپکو سینے سے لگالیا۔ اور فرمایا کہ لام اور الف صورتاً لکھنے میں (لا) بظاہر ایک جیسے ہوتے ہیں اور سیرت میں بھی ان میں خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ لام (ل ا م) کا درمیانی حرف الف ہے اور الف (ا ل ف) کا درمیانی حرف لام ہے، اِس مشابہت اور مناسبت کی وجہ سے دونوں کو ملا کر لکھا جاتا ہے۔

ایک دفعہ آپ کے استاذ گرامی قرآنِ مجید کی ایک آیتِ کریمہ پڑھا رہے تھے، وہ بار بار زبر پڑھاتے، مگر فاضلِ بریلوی زیر ہی پڑھ رہے تھے، آپ کے جدِ امجد مولانا رضا علی خان دیکھ رہے تھے۔ آپ نے بلا کر قرآنِ مجید دیکھا تو واقعی کاتب نے غلطی سے زیر کی بجائے زبر لکھ دی تھی۔ آپ نے فرمایا جسطرح استاذ صاحب کہتے تھے اسطرح کیوں نہیں پڑھتے تھے فاضلِ بریلوی نے عرض کی، "میں چاہتا تھا کہ اِسی طرح پڑھوں مگر زبان پر قابو نہ تھا" جدِ امجد نے فرمایا خوب! اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیر اور دُعائیں دیں، استاذ صاحب سے فرمایا، بچہ صحیح پڑھ رہا تھا۔ دراصل کاتب نے غلط لکھ دیا تھا اور خود اپنے دستِ اقدس سے تصحیح فرما دی۔

بچوں کو تعلیم کی طرف اتنی توجہ نہیں ہوتی، بلکہ عام طور پر کھیل کود پر زیادہ خوش ہوتے ہیں مگر فاضلِ بریلوی اس کے برعکس بڑے ذوق و شوق سے پڑھنے کے لیے جاتے، حتیٰ کہ جمعہ کے دِن بھی پڑھنے کے لیے جانا چاہتے تھے۔ لیکن والد گرامی کے سمجھانے سے رُک گئے اور سمجھ گئے کہ یہ دِن بہت اہمیت رکھتا ہے اِس لیے اس کے علاوہ چھ دنوں میں پڑھنا چاہیئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خان سے حاصل کی، چار سال کی عمر میں آپ نے قرآنِ مجید ناظرہ ختم کر لیا تھا چھ سال کے تھے کہ ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مدلل تقریر فرمائی۔ نہایت دلنشین انداز میں میلاد شریف کا بیان سُن کر سامعین سخت متعجب ہوتے۔

آپ نے صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم مولانا غلام قادر بیگ سے حاصل کی۔ ایک دفعہ آپ کسی کام کے لیے رامپور تشریف لے گئے، وہاں علم ہیأت کے مشہور زمانہ فاضل مولانا عبدالعلی رامپوری سے شرح چغمینی کے بعض اسباق پڑھے۔ والد ماجد نے فرمایا:

"اِس میں کیوں وقت صرف کرتے ہو، مُصطفٰے پیارے کی بارگاہ سے

یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔

تقریباً اکیس ۲۱ علوم وفنون اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خان سے حاصل کیئے ـــــ چودہ سال کی عمر میں تمام علوم درسیہ معقول ومنقول کی تکمیل کرلی۔ ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو آپ کی دستار بندی ہُوئی۔

اسی دِن آپ نے رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھا۔ سوال یہ تھا کہ اگر عورت کا دُودھ ناک کے ذریعے بچّے کے حلق میں چڑھ گیا تو کیا رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں ؟

آپ نے جواب میں لکھا کہ "منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچّے کے پیٹ میں پہنچے گا، حرمتِ رضاعت لائے گا۔"

والد ماجد نے جواب دیکھکر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام اُن کے سُپرد کردیا۔ اور تادمِ زیست آپ فتویٰ نویسی فرماتے رہے۔

ذہانت

ذہانت کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ میں اُستاد صاحب سے سبق پڑھتے تو ایک دو بار دیکھ کر کتاب بند کردیتے، اُستاد صاحب جب سبق سنتے تو لفظ بلفظ سُنا دیتے، یہ حالت دیکھ کر اُستاد صاحب سخت متعجب ہُوئے، ایک روز کہنے لگے

"احمد رضا تم آدمی ہو یا جن مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے، تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔"

تذکرۂ نوری میں خود آپ کی یہ روایت درج ہے۔

"بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ مَیں حافظ نہیں ہُوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کوئی حافظ صاحب کلامِ پاک کا رکوع مجھ کو سُنا دیں، اور پھر دوبارہ سُن لیں۔"

ایک روز خیال آیا۔ لوگ مجھے حافظِ قرآن سمجھتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ کیوں نہ قرآنِ مجید حِفظ کرلوں، چنانچہ ایک ماہ کی قلیل مدت میں قرآنِ حکیم حِفظ کرلیا۔ روزانہ ایک پارہ حِفظ کرنے کے باوجود معمولات میں فرق نہیں آنے دیا۔

سیّد ایوب علی رضوی فرماتے ہیں کہ :

اِمام احمد رضا بریلوی ایک مرتبہ شدید علیل ہوگئے۔ طبیبوں نے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا اور کام کاج سے منع کردیا۔ آپ نے وعدہ فرما لیا۔ لیکن جب کوئی فتویٰ آتا تو آپ تلامذہ سے فرماتے کہ فلاں الماری میں فلاں کتاب کے فلاں صفحے کی فلاں سطر سے فلاں سطر تک اِس کا جواب موجود ہے اُسے نقل کردو۔

اگر کوئی باآوازِ بلند قرآنِ مجید پڑھ رہا ہوتا۔ اور اعراب کی غلطی کرتا اور آپ کتنے ہی مصروف کیوں نہ ہوتے، اسے فوراً ٹوک دیتے، اور

اصلاح فرما کر یہ بھی بتا دیتے تے کہ وہ کس پارے کے کس رکوع کی کس آیت کے کس لفظ پر لغزش کا شکار ہوا ہے۔

مولانا احسان حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں فاضل بریلوی کی ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں۔ شروع سے ہی ان کی ذہانت و ذکاوت کا یہ عالم تھا کہ کتاب کا چوتھائی حصہ استاذ سے پڑھتے باقی حصہ خود یاد کر کے سُنا دیتے،

آپ کی عمر ابھی آٹھ برس کی تھی کہ آپ نے نحو کی مشہور کتاب "ہدایۃ النحو" پر عربی میں شرح تحریر فرمائی۔

فاضل بریلوی طالب علمی کے زمانے میں اُصولِ فقہ کی مشہور اور مشکل ترین کتاب "مسلم الثبوت" کا مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ ایک مقام پر والد ماجد مولانا نقی علی خان کا اعتراض و جواب نظر سے گزرا، آپ نے حاشیہ پر متن کی ایسی تقریر تحریر کی کہ سرے سے اعتراض ہی پیدا نہ ہوتا تھا پھر جب پڑھنے کے لیے حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان کی نگاہ حاشیے پر پڑ گئی، دیکھکر اتنی مسرت ہوئی کہ اُٹھ کر سینے سے لگالیا۔ اور فرمایا احمد رضا تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ مجھے پڑھاتے ہو، ایسا قوی حافظہ اور ایسا وسیع علم آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا۔

علوم وفنون

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت امام احمد رضا بریلوی کو تقریباً پچاس علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ان تمام علوم وفنون میں آپکی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں۔ آپ نے "الاجازۃ الرضویۃ لمبجل مکۃ البہیۃ" میں مندرجہ ذیل علوم وفنون کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ علمِ قرآن، ۲۔ علمِ حدیث، ۳۔ اُصولِ حدیث، ۴۔ فقہ حنفی، ۵۔ کتب فقہ جملہ مذاہب، ۶۔ اُصولِ فقہ، ۷۔ جدل مہذب، ۸۔ علمِ تفسیر، ۹۔ علم العقائد والکلام، ۱۰۔ علمِ نحو، ۱۱۔ علمِ صرف، ۱۲۔ علمِ معانی، ۱۳۔ علمِ بیان، ۱۴۔ علمِ بدیع، ۱۵۔ علمِ منطق، ۱۶۔ علمِ مناظرہ، ۱۷۔ علمِ فلسفہ، ۱۸۔ علمِ تکسیر، ۱۹۔ علمِ ہیأۃ، ۲۰۔ علمِ حساب، ۲۱۔ علمِ ہندسہ۔

مندرجہ بالا اکیس علوم آپ نے اپنے والدگرامی سے حاصل کیئے۔

۲۲۔ قرأۃ وتجوید، ۲۳۔ تصوّف، ۲۴۔ سلوک، ۲۵۔ اخلاق، ۲۶۔ اسماء الرجال، ۲۷۔ سِیَر، ۲۸۔ تاریخ، ۲۹۔ نعت، ۳۰۔ اَدب۔

مندرجہ بالا علوم وفنون آپنے ذاتی مطالعہ سے حاصل کیئے۔

۳۱۔ ارثماطیقی، ۳۲۔ جبر ومقابلہ، ۳۳۔ حساب ستینی، ۳۴۔ لوغارثمات، ۳۵۔ توقیت، ۳۶۔ مناظر ومرایا، ۳۷۔ علم الاکبر، ۳۸۔ زیجات، ۳۹۔ مثلث کروی، ۴۰۔ مثلث مسطح، ۴۱۔ ہیئت جدیدہ، ۴۲۔ مربعات، ۴۳۔ جفر، ۴۴۔ زائرچہ

ان کے علاوہ ۴۵۔نظم عربی، ۴۶۔نظم فارسی، ۴۷۔نظم ہندی، ۴۸۔نثر عربی، ۴۹۔نثر فارسی، ۵۰۔نثر ہندی، ۵۱۔خطِ نسخ، ۵۲۔خط نستعلیق، ۵۳۔تلاوت مع تجوید اور مزید برآں آپ نے ۵۴۔علم الفرائض وغیرہ میں بھی کمال حاصل کیا۔

آپ کو علمِ قرآن، علمِ تفسیر، علمِ حدیث اور علمِ فقہ میں تو تبحّر حاصل تھا ہی علمِ توقیت میں اس درجہ کمال حاصل تھا کہ دِن کو سُورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے، وقت بالکل صحیح ہوتا۔ اور ایک منٹ کا بھی فرق نہ ہوتا۔

چونکہ علمِ توقیت میں کوئی مستقل کتاب نہ تھی۔ اس لیے جب بعض حضرات نے یہ علم پڑھنے کی درخواست کی تو آپ انہیں زبانی قواعد لکھا دیتے تھے۔ ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری بھی انہی پڑھنے والوں میں شامل تھے۔ انھوں نے ان قواعد کو جمع فرما کر "توضیح التوقیت" کے نام سے شائع کر دیا تھا۔

علمِ جفر میں بھی آپ یگانۂ روزگار تھے۔ ۱۲۹۴ھ میں حضرت مولانا سیّد شاہ ابو الحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہ طور تذکرہ بدوح کا ایک قاعدہ بتا دیا تھا۔ پھر آپ نے اپنے مطالعہ کے ذریعے اس فن میں کمال عروج حاصل کیا۔ حتیٰ کہ جب آپ مکّہ مکرّمہ حاضر ہوتے تو وہاں حضرت مولانا عبدالرحمٰن کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ علمِ جفر جانتے ہیں۔ ان سے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ملاقات ہوئی۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ جو قاعدہ ان کے پاس نامکمل تھا، اسکی تکمیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے ہو گئی۔

علمِ ریاضی میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ چنانچہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین جو کہ علومِ ریاضیہ میں کمال رکھتے تھے۔ اور ہندوستان کے علاوہ دیگر متعدد ممالک میں بھی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ ریاضی کے ایک مسئلے میں اُلجھ گئے اور اس کے حل کے لیے جرمنی جانے کا ارادہ کیا۔ پروفیسر مولانا سیّد سلیمان اشرف اس دَور میں یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے سربراہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک دِن ان سے اِس مسئلے کا تذکرہ کیا۔ مولانا نے کہا کہ آپ امام احمد رضا بریلوی سے رابطہ قائم کریں، وہ اسے ضرور حل کر دیں گے۔

ڈاکٹر صاحب حضرت امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے مزاج پُرسی کے بعد آنے کا مقصد دریافت فرمایا تو ڈاکٹر صاحب نے سوال پیش کیا۔ فاضل بریلوی نے اسی وقت اس کا تشفی بخش جواب دے دیا۔ انہیں اِسقدر حیرت ہوئی کہ بے ساختہ بولے، 'میں سُنا کرتا تھا کہ علم لدُنی بھی کوئی شے ہے۔ آج آنکھ سے دیکھ لیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی صحبت کا اِس قدر اثر ہوا۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو گئے۔

اللہ کریم نے آپ کو بے انداز علومِ جلیلہ سے نوازا تھا۔ عرب و عجم کے

عُلماء نے واشگاف لفظوں میں آپ کے علم وفضل کی گواہی دی۔

آپ کو ہر فن میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ بلکہ بعض علوم میں آپ کی مہارت توحدِ ایجاد تک پہنچی ہُوئی تھی۔ چنانچہ تذکرہ عُلمائے ہند فارسی ص۱۷ پر مولوی رحمٰن علی صاحب آپ کے ایک رسالہ مُبارک کا ذِکر کرتے ہُوتے لکھتے ہیں۔

"اگر پیش ازیں کتابے دریں فن نیافتہ شود پس مصنف را موجدِ تصنیف ھٰذا می تواں گفت"۔

"ترجمہ":۔ اگر اس فن میں اور کوئی کتاب نہ ہو تو مصنف کو اِس تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے۔"

تصانیف

آپ کی تصانیف ایک ہزار کے قریب ہیں یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اردو زبان میں کسی عالمِ دین نے اِس قدر دینی کُتب یادگار نہیں چھوڑیں جس قدر آپ نے چھوڑی ہیں۔

"المیزان" بمبئی اِمام احمد رضا نمبر میں آپکی ۵۴۸ کتابوں کی فہرست موجود ہے آپنے تقریباً پچاس علوم وفنون پر قلم اُٹھایا اور قابلِ قدر کُتب تصنیف فرمائیں۔ صرف تفسیر وحدیث اور فقہ میں آپ کی کتابوں کی تعداد ۱۲۶ ہے۔ انہی میں ایک فتاویٰ رضویہ ہے۔ جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

جسے دیکھ کر فاضل بریلوی کے علم ونظر کی وسعت، فقہی بصیرت، استدلال کی قوت، نگاہ کی جولانی اور بے پناہ قوت فیصلہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کی تصانیف میں بعض کتابیں عربی میں ہیں۔ اور ان میں "الدولۃ المکیۃ" بہترین کتاب ہے۔ "سبحن السبوح"۔ "الامن والعلیٰ" "کفل الفقیہ الفاھم" "خالص الاعتقاد" وغیرہ قابلِ دید و لائق مطالعہ کتابیں ہیں۔ اور آپ کی علمیّت پر بہترین شاہد ہیں۔

حضرت اِمام احمد رضا بریلوی کا ایک بڑا کارنامہ ترجمہ قرآن ہے۔ جو کنزالایمان" کے نام سے ۱۹۱۱ء میں منظرِ عام پر آیا۔

تراجم قرآن میں کنزالایمان امتیازی شان رکھتا ہے۔

جناب ملک شیر محمد اعوان آف کالاباغ (میانوالی) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن پر تبصرہ کرتے ہُوئے لکھتے ہیں۔

"مقامِ حیرت واستعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی۔ اِسطرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپکے ترجمہ کی بہت بڑی خُوبی ہے پھر انہوں نے ترجمہ کے سِلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لُغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہو۔

اِس ترجمہ سے قرآنی حقائق ومعارف کے وہ اسرار ومعارف منکشف ہوتے ہیں۔ جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس

شگفتہ رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ اس کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت و عصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔

(محاسنِ کنز الایمان ص۲۷ شائع کردہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور)

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے عام فہم اور آسان اسلوب بیان کے ساتھ قرآنِ مجید کا ترجمہ فرما کر ملتِ اسلامیہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے جو اردو کے جملہ قرآنی تراجم میں افادیت و اہمیت کے اعتبار سے منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

بیعت و خلافت

آپ نے ۲۱ سال کی عمر میں اپنے والدِ ماجد کی معیت میں سید الواصلین حضرت سیدنا شاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے بیعت کی۔

مرشدِ کامل نے تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت کے ساتھ سند حدیث بھی عطا کی۔ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلافت و اجازت کے معاملے میں بڑے محتاط تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کو مرید ہوتے ہی جملہ سلاسل کی اجازت ملی۔ تو بعض لوگوں سے نہ رہا گیا۔ عرض کی۔

"حضور آپ کے خاندان میں تو خلافت بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد دی جاتی ہے ان کو آپ نے فوراً خلافت عطا فرما دی۔"

حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی نے ارشاد فرمایا:۔

"میاں اور لوگ گندے دل اور نفس لیکر آتے ہیں۔ اُن کی صفائی پر خاصا وقت لگتا ہے مگر یہ پاکیزگی نفس کے ساتھ آئے تھے صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی وہ ہم نے عطا کر دی۔"

(تذکرہ نوری ص۶)

پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

اے لوگو! تم احمد رضا کو کیا جانو یہ فرما کر رونے لگے اور فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے آلِ رسول! تو دُنیا سے کیا لایا ہے تو میں احمد رضا کو پیش کر دونگا۔ (حاشیہ تذکرہ نوری)

پھر شیخ کامل نے آپ کو وہ تمام اوراد و وظائف عطا فرما دیئے۔ جو خانوادہ برکاتیہ میں سینہ بسینہ چلے آرہے تھے۔

جب ۱۲۹۶ھ میں پیر و مرشد کا وصال ہوا۔ تو آپ نے قبل از وصال اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کو سید ابوالحسین نوری اپنے ولی عہد اور سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔

ان سے آپ نے کچھ طریقت کی تعلیم، علم تکسیر اور علم جفر وغیرہ علوم حاصل کیئے۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت امام احمد رضا بریلوی کی زندگی کا نمایاں ترین وصف ہے آپ اطاعت کے بغیر عشق کے قائل نہ تھے۔ آپکی زندگی کا مطالعہ کریں، تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سُنّتِ مصطفوی کا بہترین نمونہ تھے۔

جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری کے وقت دل میں یہ تمنّا اُبھری کہ کاش بیداری کی حالت میں بھی جمال جہاں آرا۔ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ اس خیال نے اسقدر بے قرار و بے تاب کیا۔ کہ حالت غیر ہو گئی۔ اسی عالم میں فرمایا ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ اشعار رحمتِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مقدّس بارگاہ میں قبول ہوئے اور آپ کی دلی مُراد بر آئی۔ چنانچہ آپ حالتِ بیداری میں حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔

عشقِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپکو ورثہ میں ملا تھا جس کا اثر آپکی زندگی پر نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا سب کچھ سُنّتِ مصطفیٰ کے مطابق ہوتا تھا۔

ممتاز اَدیب جناب راجہ رشید محمود "اقبال و احمد رضا" میں لکھتے ہیں۔

"مجدّدِ اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی زندگی کا تو تخصص ہی عشقِ رسول تھا۔ انکے مخالف بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ کیوں نہ ہو، جنہوں نے عمر بھر محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعریف کی۔ حضور کے معترضین کا جواب دیا۔ قرآنِ پاک کا ترجمہ کیا اور تفسیر کی تو حضور کی محبت انکے شامل حال رہی، فقہ و حدیث کے موضوع پر قلم اُٹھایا تو عشقِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے قلم اُٹھانے کی ہمّت طلب کی۔ آپ جب استراحت فرماتے تھے تو اس انداز سے لیٹتے تھے کہ محبوبِ پاک کا اسمِ گرامی مُحمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بن جائے۔ آپنے وفات سے پہلے دفن کے بارے میں یہ وصیّت فرمائی کہ میری قبر کو اتنا کشادہ رکھنا کہ جب سرکار میری لحد میں تشریف لائیں تو میں قبر میں کھڑا ہو سکوں۔ اعلیٰحضرت بریلوی کے عشقِ رسول کے تذکرے تو زبان زد خاص و عام ہیں"۔

ایک مرتبہ آپ کے کسی عزیز نے پوچھا آپ دریدہ دہنوں کی اس درجہ مخالفت کیوں فرماتے ہیں۔ آپکے رَدّ کرنے سے وہ آپکو گالیاں دینے لگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

میاں! میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ دشنام طراز، کینہ پرور اور بدمذہب

لوگ میرے آقا و مولیٰ فخرِ موجودات سیّد السّادات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر سے ذہن ہٹالیں اور مجھے جی بھر کر کوسیں، میرے لیے یہی بہت بڑی سعادت ہے کہ طائف کے طرفداروں کو میں نے اپنے پیچھے لگا لیا ہے۔"

جب کوئی حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد واپس آتا تو آپ اس سے دریافت فرماتے کہ حضور کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری دی؟ وہ ہاں کہتا تو فوراً اُس کے قدم چوم لیتے۔

اپنی ظاہری حیات کے آخری حصّے میں مولانا عرفان علی بیسل پوری کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وقت مرگ قریب ہے۔ اور میرا دل ہند تو ہند مکّہ معظّمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا۔ اپنی خواہش تو یہی ہے کہ مدینہ طیّبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو۔

سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عشق و محبت کے باعث آپ کے دل میں سادات کرام کا نہایت احترام تھا۔

سادات کرام کی عظمت و توقیر کو ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ قصیدۂ نور میں اپنی عقیدت و محبّت کا اظہار اسطرح فرماتے ہیں۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

ایک دفعہ ایک سیّد صاحب نے آپ کے دروازے پر آکر آواز دی۔ "کچھ دلواؤ سیّد کو" یہ سنتے ہی آپ باہر تشریف لاتے اور دینی امور کے لیے جو دو سو روپے کی رقم رکھی ہوتی تھی۔ پیش کر دی، اور کہا "حضور حاضر ہیں" اس میں مختلف قسم کے سکّے تھے۔ سیّد صاحب کچھ دیر انہیں دیکھتے رہے پھر ایک چوّنی اُٹھالی اور فرمایا "بس آپ لے جائیے"۔ اسی وقت آپ نے خادم سے فرمایا کہ جب سیّد صاحب تشریف لائیں تو ایک چوّنی انکی نذر کر دیا کرو۔ انہیں کہنے کی ضرورت نہ پڑے۔

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد آپ تشریف فرما تھے۔ حاضرین کا اجتماع کثیر تھا۔ اتنے میں ایک طالب علم مولوی نور محمد جو اسوقت آستانہ عالیہ پر بغرضِ تعلیم مقیم تھے۔ باہر سے "قناعت علی، قناعت علی" پکارتے ہوئے سنائی دیئے۔ انہیں فوراً بلایا اور فرمایا: سیّد صاحب کو اسطرح پکارتے ہو۔ کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے سنا پھر تاکیداً فرمایا: آئندہ اس کا خیال رکھیں۔

اسی مجلس میں دورانِ گفتگو فرمایا: قاضی اگر سیّد کو حد لگاتے تو یہ خیال نہ کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں۔ بلکہ یہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پاؤں میں کیچڑ بھر گئی ہے، اسے دھو رہا ہوں۔

ایک مرتبہ نو دس برس کی عمر کے ایک لڑکے کو امورِ خانہ داری کیلئے ملازم رکھا۔ بعد میں علم ہوا کہ یہ سیّد زادے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے گھر والوں کو تاکید کی کہ خبردار! صاحبزادے سے کوئی کام نہ لیا جائے۔

کیونکہ یہ مخدوم زادے ہیں جس چیز کی ضرورت ہو پیش کر دی جاتے۔ اور جس تنخواہ کا وعدہ ہوا ہے۔ وہ بطور نذرانہ پیش کی جاتی رہے۔ آپ کی زندگی عشقِ رسول سے عبارت تھی۔ تمام مسلمانوں کے نام بھی آپ کا یہی پیغام ہے، کہ

ٹھوکریں کھاتے پھروگے انکے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اوّل گیا آخر گیا

زیارتِ حرمین شریفین

۱۸۷۸ء میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے، وہاں اکابر علماء مفتیٔ شافعیہ سیّد احمد دحلان، مفتیٔ حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج وغیرہم سے تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ اسی سفرِ مقدس میں ایک دن آپ مقامِ ابراہیم میں نمازِ مغرب سے فارغ ہوتے ہی تھے کہ امامِ شافعیہ حضرت حسین بن صالح نے انکا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے۔ قبل ازیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا ان سے کوئی تعارف نہ تھا۔ حضرت حسین بن صالح فرطِ محبت سے دیر تک انکی پیشانی کو تھامے رہے، اور فرمایا:۔

"اِنّی لَاَجِدُ نُورَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْن"۔
مجھے اس پیشانی سے اللہ کا نور نظر آتا ہے۔

اسکے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عطا فرمائی، اس سند میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک گیارہ واسطے ہیں۔

شیخ حسین بن صالح نے اپنی کتاب "الجوہرۃ المضیئۃ" کی شرح لکھنے کی فرمائش کی آپ نے دو دن میں اس کتاب کی شرح "النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ" اردو زبان میں تحریر فرما کر انکے حوالے کر دی جسے حضرت شیخ نے بہت پسند کیا۔

حدیثِ رسول پر تیقن

اسی سفر سے واپسی پر سمندر میں تین دن مسلسل سخت طوفان رہا۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:۔

طوفان کی شدت کے پیشِ نظر لوگوں نے کفن پہن لیے تھے۔ والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکل گیا "آپ اطمینان رکھیں"، خدا کی قسم یہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیثِ رسول کے اطمینان پر اٹھائی تھی۔ یہ وہ حدیث ہے۔ جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے میں نے یہ دعا پڑھ لی تھی۔

حدیث کے وعدۂ صادقہ پر مطمئن تھا۔ الحمدللہ وہ مخالف ہوا جو تین دن

سے شدت سے چل رہی تھی، دو گھڑی میں ختم ہو گئی۔

حضور نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے ارشادات پر آپکا یقین کس قدر مستحکم تھا، خود انہی کی زبانِ قلم سے سُنیئے:۔

"جن دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا۔ ایک دن میرے مسوڑھوں میں ورم ہُوا۔ اور اتنا بڑھا کہ حلق اور مُنہ بالکل بند ہو گیا۔ بُخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں طبیب نے بغور دیکھکر سات آٹھ مرتبہ کہا: یہ وہی ہے، یہ وہی ہے یعنی طاعون۔ مَیں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا۔ اِسلیئے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ مَیں خُوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے۔ اور نہ انشاءاللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اسلیئے کہ مَیں نے طاعون زدہ کو دیکھکر یہ دُعا پڑھ لی ہے۔ جسے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دُعا یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ
وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھکر مَیں نے اسے پڑھا۔ الحمدللہ آج تک ان سب سے محفوظ ہُوں، اور بعونہٖ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہونگا مجھے ارشادِ حدیث پر اطمینان تھا۔ کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب کرب بڑھا تو دل نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی:۔

اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیْبَ۔

کسی نے میرے داہنے کان پر منہ رکھ کر کہا: مسواک اور سیاہ مرچیں۔ مَیں نے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ جب دونوں چیزیں آئیں، اس وقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا۔ اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا۔ پسی ہُوئی مرچیں اس راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ کُلّی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہُوئی۔ اسکے بعد ایک کُلّی خون کی اور آئی، اور بحمداللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں۔ منہ کھل گیا۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہٖ تعالیٰ دفع ہو گیا۔

اسی طرح ایک بار کثرتِ مطالعہ کے سبب آنکھوں میں تکلیف شروع ہُوئی، اس وقت کا ایک بہت سر برآوردہ ڈاکٹر اینڈرسن نامی تھا اس نے معائنہ کے بعد کہا کہ کثرتِ کتب بینی سے آنکھوں میں یبوست (خشکی) آگئی ہے۔ پندرہ دن بالکل کوئی کتاب نہ دیکھئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:۔

"میں نے التفات نہ کیا اور ایک نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دُعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وبارک وسلم کے ارشادِ پاک پر مطمئن ہو گیا۔

۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر آیا۔ کہا، چار برس میں پانی اُترے گا۔ مجھے محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد

نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں۔ نہ مَیں نے کُتب بینی میں کمی کی، نہ کمی کروں گا۔ میں نے یہ اس لیے بیان کیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ بارک وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں۔ جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں۔ اور قیامت تک اہلِ ایمان مشاہدہ کرتے رہیں گے۔

مدینے کی تڑپ

۱۹۰۵ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان اور بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان جب حج کے سفر پر روانہ ہوئے تو آپ کی طبیعت سخت بے چین ہوئی۔ اور مدینہ طیبہ کی حاضری کے لیے بے قرار ہو گئی۔ اسی وقت یہ نظم تحریر کی، جسکا مقطع ہے۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا!

چنانچہ والدہ ماجدہ سے اجازت لیکر سفر حج پر روانہ ہو گئے۔ فرض حج تو پہلے ہی ادا کر چکے تھے۔ اس دفعہ اصل نیت محض مدینہ طیبہ کی حاضری کی تھی۔ جس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا،
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اس سفر میں علماء حجاز نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، بعض عُلماءِ مکّہ نے علمِ غیب کے بارے میں چند سوال لکھکر آپ کے پاس بھیجے۔ اور صرف دو دن میں جواب لکھ دینے کا مطالبہ کیا۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور حوالے کے لیے کوئی کتاب موجود نہ تھی۔ مگر آپنے محض ربِّ کریم کے فضل و کرم سے ان تمام سوالوں کے جواب فصیح و بلیغ عربی میں صرف آٹھ گھنٹے کے اندر اندر قلم بند کرا دیئے اور اسطرح ایک ضخیم کتاب تیار ہو گئی۔ جسمیں بے شمار آیاتِ قرآنیہ اور احادیث کے علاوہ عُلماء امت کے بکثرت اقوال محض خُداداد حافظے کی بنا پر بیان کیئے۔ یہ آپکی زندہ و جاوید کرامت ہے۔

عُلماءِ مکّہ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا۔ پھر رات کے وقت شریف علی پاشا شریف مکّہ کے شاہی دربار میں پیش کی اور علی الاعلان فرمایا:۔

اس شخص (مولانا احمد رضا خان) نے وہ علم ظاہر کیا ہے جس کے انوار چمک اُٹھے۔ اور جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا۔ شریفِ مکّہ نے آدھی رات تک نصف کتاب پُوری توجہ سے سُنی اور اسقدر متاثر ہوئے

کہ بلند آواز سے فرمایا۔

اَللّٰہُ یُعْطِی وَھٰؤُلَاءِ یَمْنَعُوْنَ

(ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو علم غیب دیتا ہے اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں)

مجلس برخاست ہوئی۔ شریف مکہ وہ نسخہ اپنے ساتھ ہی لے گئے جو انہی کے پاس رہا تمام مکہ مکرمہ میں اس عظیم اور لاجواب کتاب کا چرچا ہوگیا۔ مقتدر علماء نے اسکی نقلیں لیں اور بڑی دھوم دھام سے تقریظیں لکھیں، جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

آپ نے اس کتاب کا جو نام تجویز فرمایا وہ بھی ایسا ہے کہ اس سے نہ صرف موضوع کی صراحت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کہاں تصنیف کی گئی اور کس سن میں لکھی گئی، یعنی

اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَۃُ بِالْمَادَۃِ الْغَیْبِیَۃِ

۳ ۲ ۳ ۱ ھ

آپ کی جلالت علمی کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے تمام علماء غائت احترام سے پیش آئے۔ شیخ اسماعیل خلیل فرماتے ہیں :۔

"اہل مکہ جوق درجوق جمع ہوگئے۔ یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، مولانا احمد رضا خاں کہ احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے۔ تا کہ وہ مخالفین کی بے ثبات حجتوں کا آیاتِ قرآنیہ اور قطعی حدیث سے رد فرماتا ہے اور فرماتا رہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے

کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بے شک حق و صحیح ہے۔

(حسام الحرمین ص ۱۴۲)

مدینہ شریف میں آپ کے علم وفضل کا شہرہ تھا جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو عُلماء ان کے گرد جمع ہوگئے۔

شیخ محمد عبدالحق مہاجر مکی کے شاگرد مولانا محمد کریم اللہ پنجابی فرماتے ہیں

"میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں۔ برِصغیر کے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں (اور ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء، سب ہوتے ہیں) میں نے دیکھا کہ وہ اس مُبارک شہر میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی انکی طرف مُڑ کر نہیں دیکھتا۔ لیکن احمد رضا بریلوی کی شان عجیب دیکھتا ہوں۔ یہاں کے عُلماء اور بزرگ سبھی ان کی طرف جوق درجوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم میں بصد تعجیل کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ (الاجازات المتینہ ص ۲۵۴)

مدینۃ المنورہ میں آپ کا قیام طویل رہا۔ صبح سے عشاء تک علماء، شیوخ اور طلباء کا ہجوم رہتا۔ کوئی حدیث پڑھنے آتا۔ کوئی اجازت لینے اور کوئی بیعت کرنے کے ارادے سے امام احمد رضا خاں بریلوی کسی کو مایوس نہ فرماتے۔

نعت گوئی

آپ اس مرتبے کے جید عالم تھے کہ شاعری انکے لیے طرۂ امتیاز اور شرف کمال نہیں بن سکتی۔ لیکن یہ حقیقت یہ ہے کہ انکی بلند پایہ شاعری سے انکا کوئی مخالف بھی صرف نظر نہیں کرسکتا۔ آپ کی شاعری جو بات سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عقیدت ومحبت ہے آپ برصغیر میں اس عظیم تحریک کے داعی تھے جس نے ایک خاص وقت میں عشقِ رسول کا نعرہ بلند کیا۔

ایک مرتبہ آپ سے کہا گیا، کہ ریاست نان پارہ کے نواب کی شان میں قصیدہ تحریر فرمائیے تو آپ نے اسکے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جسکا مقطع ہے ؎

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

نعت گوئی کے تقاضوں کو وہی پورا کرسکتا ہے جو عشقِ مصطفےٰ سے سرشار ہو۔ خود ہی فرماتے ہیں:۔

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے۔ جسکو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے اس میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ

حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔ (الملفوظ حصہ دوم ص ۴۰)

آپ نعت گوئی میں جس احتیاط وادب شناسی کی منزل سے گزرے ہیں اس کا جواب نہیں اور یہ اس لیے کہ آپ نے نعت گوئی قرآن مجید سے سیکھی ہے اس سلسلے میں آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پیروی کافی سمجھتے ہیں جن کی نعتیں سُنکر خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محظوظ ہوئے اور دُعائیں فرمائیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعرائے اردو میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا بطور نعت گو کیا مقام ہے، فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ

اِس قصیدے کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں۔ تو سب نے کہا کہ اسکی زبان
تو کوثر سے دھلی ہوئی ہے"۔

اِسی قسم کا ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تو سربرآوردہ شعراء دہلی نے جواب
دیا کہ ہم سے کچھ نہ پوچھیئے آپ عُمر بھر پڑھتے رہیئے اور ہم عمر بھر سُنتے رہیں
گے۔ (مجدّد اسلام صہ ۱۶۴)

جناب عابد نظامی لکھتے ہیں:

غالباً ۱۹۵۹ء کا ذکر ہے کہ مجھے ملتان میں یومِ حسین کی ایک تقریب
میں شرکت کے لیے جانا پڑا۔ یومِ حسین کا یہ جلسہ ٹاؤن ہال میں منعقد ہوا۔ اور
اس میں شرکت کیلئے دُور دُور سے اہلِ علم تشریف لاتے ـــــ شرکائے جلسہ
کو مختلف جگہوں پہ ٹھہرایا گیا۔ مَیں، مولانا ماہر القادری، مولانا محمد جعفر ندوی پھلواروی
اور کوثر نیازی چاروں مولانا باقر خان امیر جماعتِ اسلامی ملتان کی کوٹھی میں ٹھہرے
رات کو سونے سے قبل یہ دلچسپ مذاکرہ چھڑ گیا۔ کہ اُردو کا سب سے بڑا نعت گو
شاعر کون ہے؟ اُردو کے بڑے بڑے شاعروں کے اشعار مقابلے میں پیش
ہونے لگے۔ کافی دیر تک یہ مباحثہ جاری رہا۔ بالآخر اس بات پر سب متفق
ہو گئے۔ کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے اچھے نعتیہ اشعار (زیادہ تعداد میں)
اُردو کے کسی شاعر نے نہیں کہے۔ مَیں اس وقت تک مولانا کے نام سے تو ضرور
واقف تھا۔ مگر کلام سے زیادہ واقف نہ تھا۔ بعد میں انکا مجموعۂ کلام "حدائق
بخشش" دیکھا۔ تو اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اعلیٰ حضرت بریلوی نمبر)

حدائقِ بخشش آپ کے اُردو اور فارسی کلام کا مجموعہ ہے جسمیں حمد و نعت
دُعا و التجا، عشق و محبت، حقیقت و معرفت، سلام و منقبت، معجزات و
کرامات، شرح آیات و احادیث غرض سب کچھ ہے آپ نے اپنی نعتیہ
شاعری میں آدابِ نبوّت اور مقامِ رسالت کا خاص طور پر خیال رکھا ہے
ایسا کیوں نہ ہوتا وہ شاعر ہی نہیں تھے بلکہ مقامِ رسالت کے شناسا
بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ذوق حضرات آپ کے کلام کو سُن کر
جھُوم جھُوم جاتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتے ہیں:

یہی کہتی ہے بُلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم

اُردو کے عظیم شاعر اطہر ہاپوڑی نے ایک دفعہ ایک نعت لکھکر آپ کی خدمت
میں پیش کی جس کا مطلع تھا۔

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

آپ نے یہ مطلع سُن کر ناراضی کا اظہار فرمایا کہ دوسرا مصرعہ مقامِ رسالت
شایانِ شان نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو لیلیٰ سے اور گنبدِ خضریٰ
کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دینا عاشقانِ رسُول کے شایانِ شان نہیں۔ آپ نے
قلم برداشتہ اصلاح فرمائی۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قُدسی کھڑے ہیں عرشِ معلّیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے کلام میں آپکو ایک بھی شعر ایسا نہیں ملے گا جس میں عظمتِ رسالت کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو ۔ آپکی نعتیہ شاعری میں شریعتِ مصطفےٰ کا مکمل احترام نظر آتا ہے آپ کا نعتیہ کلام قرآن وحدیث کی تفسیر وترجمانی پر مبنی ہے ۔ مثلاً

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ
ان پر درود جن سے نویدان بُشر کی ہے

شاعرِ مشرق علامہ اقبال بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے بے حد متاثر تھے ۔ حضرت علامہ نے شروع میں جو نعتیں لکھیں ۔ ان میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام کا اثر صاف جھلکتا ہے ۔

غالباً ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے کہ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ تھا علامہ اقبال اس جلسہ کے صدر تھے ۔ جلسہ میں کسی خوش الحان نعت خوان نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ایک نعت پڑھی ۔ جسکا ایک مصرعہ یہ تھا ۔

رضائے خُدا ہے رضائے محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

نعت کے بعد علامہ اقبال اپنی صدارتی تقریر کے لیے کھڑے ہوتے اور

ارتجالاً ذیل کے دو شعر ارشاد فرمائے ۔

تماشہ تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش
لگائے خُدا اور بُجھائے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)
تعجب تو یہ ہے کہ فردوسِ اعلیٰ
بنائے خُدا اور بسائے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

(نوادرِ اقبال ص ۲۵ مطبوعہ علی گڑھ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی عربی، فارسی، اُردو اور ہندی کے متبحّر عالم تھے اِس لیے بلا تکلّف ہر زبان میں شعر کہتے تھے ۔ ایک بار آپکے احباب میں سے جناب ارشاد اور جناب ناطق نے (جو خود بھی شاعر تھے) عرض کی کہ

حضرت ! ایک ایسی نعت شریف لکھ دیں، جسمیں عربی، فارسی، اُردو اور ہندی چار زبانیں جمع ہو جائیں ۔ آپ نے ان کی فرمائش پر فی البدیہہ ایک نعت شریف لکھ دی ۔ جس کا مطلع یہ تھا ؎

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اسی نعت شریف کا مقطع ہے ؎

بس خامۂ خام نوائے رضاؔ نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبّا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

اِس نعت شریف میں عربی، فارسی، اُردو اور ہندی کی آمیزش نے عجیب لطف پیدا کر دیا ہے۔ (علم بدیع کی اصطلاح میں اسے صنعتِ تلمیع کہتے ہیں۔) اس سے آپ کی شاعرانہ جدّت طرازی اور تخلیقی صلاحیّت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کا مشہور و مقبول سلام "مُصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" روانی، تسلسل اور سلاست کی وجہ سے اُردو کا سب سے اچھا سلام ہے اور اس کا ایک ایک شعر خلوص جذبات کا آئینہ دار اور کیف و مستی کا مرقع ہے یہی وجہ ہے کہ اس سلام کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہے۔

مُصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

برِصغیر پاک و ہند میں اہلِ محبت کی شاید ہی کوئی محفل ایسی ہوگی۔ جہاں آپ کے کلام ورمشہور زمانہ سلام کی گونج سنائی نہ دے۔ آپ کے کلام کے ایک ایک شعر سے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلّم کے عشق و محبت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور اہلِ اسلام کے دلوں کو سیراب کرتے ہیں، آپ خود فرماتے ہیں۔

گونج گونج اُٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں　　کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

ادب و احترام

قطبُ الاقطاب حضرت سیّدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدّس سرّہ العزیز سے آپکو غائت درجہ محبّت و عقیدت تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی مدینہ منورہ، مکہ مکرّمہ یا بغداد شریف کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے۔

آپ گیارہویں شریف کے لنگر کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں مولانا سید محمد محدّث کچھوچھوی نے ایک حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے۔ انہی کی زبانی سُنیئے:۔

"مجھے کار افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھاکر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اُٹھ پڑے، حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ کہ شاید کسی شدید حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو یہ پتہ چلا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرّہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرّے کو اٹھا رہے تھے۔"

(مجدد اسلام ص ١٦٦)

اپنے پیرخانہ کا اس درجہ ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے کہ مارہرہ اسٹیشن سے خانقاہ برکاتیہ تک برہنہ پا تشریف لاتے۔ ایک دفعہ سجادہ نشین صاحب نے رکھوالی کے لیے دو کتّوں کی فرمائش کی۔ آپ نے کمال ادب سے کہا فقیر جلد دو کتّے حاضر خدمت کردے گا۔ پھر بریلی سے اپنے دونوں صاحبزادوں کو خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں لاتے اور سجادہ نشین صاحب سے کہا:

حضور! یہ سارا دن کام کاج بھی کریں گے اور رات کو رکھوالی بھی۔

آپ اپنے افعال و اعمال میں سُنّتِ مُصطفےٰ کا پُورا خیال رکھتے تھے۔ سترِ عورت کے بارے میں بہت محتاط تھے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کا گھٹنا کھلا ہوتا تو اس کی طرف نظر تک نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ چند فوجی نیکر پہن کر حاضر خدمت ہوتے۔ آپ نے ان کی طرف نگاہ نہ فرمائی۔ فوراً ایک کپڑا ان کے زانو پر ڈالنے کے لیے دیا۔ پھر انکی طرف نگاہ کی اور حسبِ ضرورت مختصر بات کی۔

والدین کے ادب و احترام کا یہ حال تھا کہ جب والد ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں کا وصال ہوا تو آپ اپنے حِصّے کی جائیداد کے خود مالک تھے مگر تمام اختیار والدہ ماجدہ کے ہاتھ تھا۔ حتیٰ کہ آپ کو کتابوں کی ضُرورت ہوتی تو ان کی اجازت کے بعد ہی منگواتے بلکہ دُوسری دفعہ حج کے لیے گئے تو والدہ ماجدہ سے اجازت حاصل کرکے ہی گئے۔

حدیث کی کتابوں پر کوئی دُوسری کتاب نہ رکھتے۔ اگر حدیث شریف

یا اس کی شرح بیان فرما رہے ہوتے اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ خاطر ہوتے۔

اخلاق وعادات

آپ کی زندگی میں اتباعِ مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا عنصر بہت زیادہ غالب تھا۔ چنانچہ نماز پنجگانہ باجماعت نہایت اہتمام سے ادا کرتے، فرض نماز عمامے اور انگرکھے کے بغیر ہرگز ادا نہ فرماتے۔ ایک موقع پر جب بیماری کی وجہ سے نماز میں قرأت دشوار ہوگئی۔ تو آپ فرائض و سنن کسی اور کی اقتداء میں ادا کرتے۔ آپ کے خادم کا بیان ہے کہ آپ رات کو سوتے وقت نام اقدس محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شکل میں استراحت فرماتے۔ سلام کہنے میں پہل کرتے کبھی قہقہہ نہ لگاتے۔ جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبا لیتے۔ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور آئینہ استعمال کرتے۔ اس آہستگی سے چلتے کہ اصلاً آواز پیدا نہ ہوتی اکثر نگاہیں نیچی رکھتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں قدم پہلے رکھتے اور مسجد سے نکلتے وقت بایاں قدم پہلے نکالتے۔ مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہوکر ہی ہوتی۔ کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔ ایک پاؤں دُوسری ٹانگ کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے جو کام اُلٹے ہاتھ سے کرنے کے ہیں اُنکے علاوہ ہر کام کی ابتداء دائیں ہاتھ سے کرتے۔

عمامہ کا شملہ دائیں شانہ پر رہتا اور اگر کسی کو کوئی چیز دینی ہوتی تو سیدھے ہاتھ میں دیتے۔

غربا اور فقراء کی خصوصی معاونت بھی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ ناداروں کے ماہانہ وظیفے مقرر تھے۔ جب کہیں سے کوئی رقم آتی، کوشش کرکے اسے تقسیم فرما دیتے۔ اسی لیے آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا۔ کیونکہ آپ اپنے پاس اتنے پیسوں کو رہنے ہی نہ دیتے تھے کہ سال گزرنے کے بعد ان پر زکوٰۃ واجب ہو۔

معمولات

روزانہ نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد پھاٹک میں پلنگ پر تشریف رکھتے۔ چاروں طرف کرسیاں لگا دی جاتیں۔ یہی وقت عام ملاقات کا تھا، اس مجلس میں لوگ دینی مسائل دریافت کرتے تو انکے جواب دیتے جو خطوط آتے ہوتے۔ انکے جوابات لکھواتے۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد زنان خانہ میں چلے جاتے اور وہیں تصنیف و تالیف، کتب بینی اور اوراد و وظائف میں مصروف رہتے۔

غذا

آپ کی غذا نہایت ہی سادہ اور قلیل تھی۔ ایک پیالی بکری کے گوشت کا شوربا بغیر مرچ کے اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ بسا اوقات اس میں بھی ناغہ ہو جاتا تھا۔

مولینا محمد حسین میرٹھی بیان کرتے ہیں کہ :۔

ایک سال میں نے بریلی شریف میں رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ سے اعتکاف کیا۔ حضور اعلیٰ حضرت جب مسجد میں تشریف لاتے۔ تو فرماتے، جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی اعتکاف کروں مگر فرصت نہیں ملتی، آخر ۲۶ رمضان المبارک کو فرمایا کہ آج سے میں بھی معتکف ہو جاؤں۔

آپ افطاری کے بعد صرف پان کھا لیتے اور سحری کے وقت ایک چھوٹی سی پیالی میں چٹنی اور رکابی میں فرنی آیا کرتی تھی۔

ایک دن میں نے عرض کی کہ حضرت! فرنی اور چٹنی کا کیا جوڑ، فرمایا نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے۔

سیاسی بصیرت

آپ دو قومی نظریہ کے بہت بڑے داعی تھے۔ آپ نے فرنگی افکار اور ہندو سیاست و کردار کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ آپ نے اسلام کی

نشاۃ ثانیہ کیلئے بھرپور جدوجہد کی اور ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو ملی
تشخص کا احساس دلاکر تحریک قیام پاکستان کیلئے فکری راہیں ہموار کیں۔

بیسویں صدی کے آغاز میں جب ہندو مسلم اتحاد کی تحریک شروع ہوئی تو
آپ اپنی مومنانہ فراست، ایمانی بصیرت اور سیاسی شعور کی بناء پر ہندوؤں
کے عزائم کو بھانپ گئے تھے کہ دراصل ہندو مسلم اتحاد کا مظاہرہ کرکے
انگریزوں سے آزادی حاصل کرنیکے بعد مسلمانوں کو اکثریت میں مدغم ہوکر ہندوؤں
کے رحم وکرم پر رہنا ہوگا۔ آپ نے گاندھی کی سیاسی حکمت عملی کے راز
کو اس وقت بے نقاب کیا جب مسلمان لیڈر اور علماء اسکو مسلمانوں کا
نجات دہندہ سمجھتے تھے۔

۱۹۱۹ء میں جب گاندھی نے تحریک خلافت حمایت کا اعلان کیا تو
تحریک خلافت کے مسلم قائدین نے گاندھی کو منبر رسول پر بٹھاکر تقریریں کروائیں
اور گاندھی کی قیادت چمکانے کے لیے جمعہ کے خطبات میں اسکی حقانیت کی
تصدیق بھی کرتے رہے۔

ایک طرف ہندو مسلم اتحاد ہورہا تھا اور دوسری طرف ہندوؤں نے
شہر شہر پھر کر مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم شروع کردی۔ اسوقت
علماء ہند میں اعلیٰ حضرت بریلوی ہی تھے جنہوں نے گاندھی اور اسکے مسلمان
ہمنواؤں کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ آپ نے فرمایا۔

جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری۔ پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری

وہ تمہیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے
گندی ہوجائے سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں۔ پیسے لیں
تو دور سے یا پنکھا وغیرہ پیش کرکے اس پر رکھوالیں۔ حالانکہ بحکم
قرآن خود ہی نجس ہیں اور تم ان نجسوں کو مقدس، مطہر بیت اللہ میں
لے جاؤ۔ جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے۔ وہاں انکے گندے پاؤں
رکھواؤ۔ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا۔ محبت مشرکین نے اندھا بہرا کر
دیا۔ ان باتوں کا کیا کہنا جن پر حبك الشئ يعمى ويصم کا
رنگ بھر گیا ۔۔۔ سب جانے وہ خدا کو منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین
ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے۔ جواز تھا تو یوں کہ کوئی کافر مثلاً اسلام لانے
یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لیے مسجد میں آئے۔ یا اسکی
اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں، نجس بت پرستوں کو مسلمانوں کا واعظ بنا
کر مسجد میں لے جاؤ ۔۔۔؟ اسے مسند مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بٹھاؤ۔
مسلمانوں کو نیچا کھڑا کرکے اس کا وعظ سناؤ۔ کیا اس کے جواز کی
کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمہیں مل سکتی ہے۔ حاشا ثم حاشا للہ
انصاف! کیا یہ اللہ اور رسول سے آگے بڑھنا، شرع مطہر پہ افترا
دھرنا، احکام الٰہی دانستہ بدلنا سوّر کو بکری بنا کر نگلنا نہیں ہوگا؟

(المحجۃ المؤتمنہ ص ۸۴)

آپ نے فرمایا" گاندھی کہتا ہے کہ دھوتی باندھو۔ چرخہ کاتو۔ قشقہ لگاؤ۔

وقف کرنے کا عہد کیا۔

جناب میاں عبدالرشید صاحب کالم نگار" روزنامہ نوائے وقت" لکھتے ہیں۔

"سنہ ۱۹۴۰ء میں جب قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔ اور علماء کرام و پیرانِ عظام سمیت آپ کے پیروکار اور متوسلین جسدِ واحد بن کر تحریکِ پاکستان کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اِسطرح قیامِ پاکستان کے سلسلے میں حضرت بریلوی کا حصّہ علّامہ اقبال اور قائدِ اعظم سے کسی طرح کم نہیں۔"

(اسلام برِصغیر پاک و ہند میں ص ۶۷)

ممتاز صحافی اور تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن جناب میاں محمد شفیع (م۔ش) نے اِس تاریخی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:۔

"اعلیٰحضرت نے جس یکسوئی اور استقلال سے دورِ غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا۔ اِس کا اعتراف امّت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا۔ جس وقت ہمارے اسلاف کی بداعمالیوں سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی اور جس دور میں سب سے اہم کام

گائے کی قربانی سے گریز کرو۔ بالفاظ دیگر پہلے ہندو تہذیب و تمدن اختیار کرو پھر بے شک انگریز کو ہندوستان سے نکال دو۔"

آپ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ڈاک کے لفافے پر اُلٹا ٹکٹ لگاتے تھے۔ تاکہ ملکہ وکٹوریہ ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے رہیں۔ اسی طرح آپ کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہیں جائیں گے۔ بلکہ انگریز کی کورٹ کو عدالت نہیں کہتے تھے جو لوگ عدالت کہتے انہیں منع فرماتے۔

آپ نے ۱۹۲۰ء میں "دو قومی نظریہ" پیش کیا۔ جس کی بنیاد پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

جب قائدِ اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں ملتِ اسلامیہ پاکستان کے قیام کے لیے سرگرم عمل تھی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے مکتبِ فکر سے وابستہ علماء مشائخ اور مدارس نے اپنی ساری صلاحیتیں پاکستان کے حصول کے لیے وقف کر دیں۔ آپ کے خلفاء صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مُراد آبادی اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے تحریک قیام پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس منعقد ہوئی تو پانچ ہزار کی کثیر تعداد میں علماء مشائخ نے شرکت کی اور اسلام کے لیے ملک پاکستان حاصل کرنے کے لیے زندگیاں

اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ملت کے اجماع کو پارہ پارہ ہونے
سے بچایا جائے، عقائد کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے
اور ہر اس سازش کو کچل دیا جائے جس کا مقصد مسلمانوں
کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر فانی محبت کا رشتہ
مٹا کر غیر اسلامی عقائد کی تخم ریزی تھی۔ یہ کارنامہ اعلیٰ حضرت نے
نہایت نامساعد حالات میں انجام دیا۔ اس لحاظ سے اعلیٰحضرت
ملت اسلامیہ کے عظیم محسن تھے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۷ جون ۱۹۶۸ء)

آپ ہمیشہ طاغوتی قوتوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ آپنے دریدہ دہنی
کے پھیلتے اور بڑھتے ہوئے ناسور کو ختم کر کے قرآن و حدیث کی روشنی
میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کی اور آخری دم تک بڑی جرأت اور بے باکی
کے ساتھ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ کے لیے سرگرم عمل رہے۔
مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، بہتان تراشیوں کے طوفان برپا کیے گئے
لیکن آپ بلا خوف وخطر باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔

وعظ و ارشاد

حضرت امام احمد رضا بریلوی کے وعظ و ارشاد سے اللہ کریم نے
بے شمار لوگوں کو ہدایت فرمائی، آپ کا وعظ معلومات افزا اور انتہائی مؤثر

ہوتا ہے انداز بیان اتنا شیریں اور شگفتہ تھا کہ سامعین لہجے کی لطافت
میں گم ہو جاتے۔ آپ کی تقریر میں عشق رسول کی خوشبو محفل کو معطر کر
دیتی تھی۔

آپ کے پند و نصائح سے کئی گم کردہ راہ صراط مستقیم پر آ گئے۔
عقائد و اعمال کی طرح ہر باب میں آپ نے مخلوق خدا کی راہنمائی فرمائی۔
۲۸ رجب المرجب بروز جمعۃ المبارک عصر کی نماز کے بعد آپ لوگوں کو بدمذہبوں
کی محبت سے احتراز کرنے پر وعظ فرما رہے تھے اور آپ کے ارشادات
عالیہ سن کر کتنے ہی آدمی اپنے افعال بد پر لعنت و ملامت کر رہے تھے،
اور کبھی کسی گوشہ سے توبہ و استغفار کی بھی آواز آجاتی تھی۔ اس وقت کسی
صاحب نے اٹھ کر اپنے ساتھی سے کہا کہ آپ کو بدمذہبوں کی صحبت میں
اکثر دیکھا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت خوش قسمتی سے تشریف فرما ہیں
مناسب ہے توبہ کر لیجئے۔ یہ سنتے ہی وہ قدموں پہ آگرے اور صدق
دل سے تائب ہوئے۔ اس پر ارشاد فرمایا۔

"بھائیو! یہ نزول رحمت کا وقت ہے۔ سب حضرات اپنے اپنے
گناہوں سے توبہ کریں۔ جن کے گناہ خفیہ ہوں، وہ خفیہ اور جن کے علانیہ
ہوں وہ علانیہ۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو استقامت باکرامت
عطا فرمائے۔ جو لوگ داڑھی منڈواتے ہوں یا کترواتے ہوں یا داڑھی
چڑھاتے ہوں۔ یا اس پر خضاب سیاہ لگاتے ہوں۔ اور جو لوگ اس

قسم کے دُوسرے علانیہ گناہ کرتے ہوں، اُنہیں علانیہ توبہ کرنی چاہیئے اور جنہوں نے پوشیدہ گناہ کیے ہوں، وہ پوشیدہ توبہ کریں"۔

آپ کے اس وعظ کو سُن کر لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور ایک کہرام مچ گیا۔ لوگ آنسوؤں کی بارش سے اپنے گناہوں کی سیاہی کو دھو رہے تھے اور بے تابانہ اپنے ظاہری و باطنی گناہوں سے توبہ کر رہے تھے اور اعلیٰ حضرت خود گریہ و زاری سے بے حال ان لوگوں کے لیے دُعائے مغفرت فرما رہے تھے بعد میں اعداد و شمار سے معلوم ہُوا کہ اس دن اٹھائیس لوگوں نے اپنے ظاہری گناہوں سے توبہ کی اور اکہتر آدمیوں نے اپنے باطنی گناہوں سے توبہ کی۔

(الملفوظ حصّہ دوم)

آپ تقریر کی بہ نسبت تحریر کی طرف زیادہ توجّہ فرمایا کرتے تھے۔ البتہ سال میں تین زبردست تقریریں ہوتیں۔ ایک مدرسہ اہلِ سُنّت وجماعت مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور میں فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کے موقع پر، دُوسری ۱۲ ربیع الاوّل شریف میلاد شریف کے موقع پہ صبح آٹھ بجے اور عشاء کے بعد، اِس تقریر کی اہمیت کے پیشِ نظر شہر میں اِس تاریخ کو کسی دُوسری جگہ اہتمام کے ساتھ محفل منعقد نہ ہوتی۔ تیسری تقریر ۱۸ ذی الحجۃ المبارک کو حضرت شیخ سیّد شاہ آلِ رسُول مارہروی کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر اعلیٰ حضرت کے کاشانۂ اقدس پہ ہُوا کرتی تھی۔

اعلیٰ حضرت اکثر مولانا شاہ برکت اللہ قدس سرّہٗ کے عُرس پر تشریف لے جاتے۔ آپ سے تقریر کی گزارش کی جاتی تو آپ حاضرینِ محفل سے فرماتے میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دُوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں۔ آپ حضرات مجھ سے مسائلِ شرعیہ دریافت فرمائیں اُنکے بارے میں جو شرعی حکم ہوگا، میں ظاہر کردوں گا۔ کیونکہ سوال کے بعد اسے ظاہر کرنا حکمِ شریعت ہے، اتنا سُن کر حاضرین میں سے کوئی صاحب سوال کر دیتے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اسی مسئلے کے متعلق ایک مدلّل اور مؤثر تقریر فرما دیتے۔

چند خلفاء کرام

- حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خان قدس سرّہ العزیز
- مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مُصطفےٰ رضا خان نوری رحمہ اللہ تعالیٰ
- ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ
- صدر الشریعۃ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف بہارِ شریعت
- صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد نعیم الدین مُراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ
- امام المحدّثین حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ الوری رحمہ اللہ تعالیٰ
- حضرت مولانا احمد مختار صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ
- مبلّغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی)

○ سلطان الواعظین حضرت مولینا حاجی عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالےٰ

○ حضرت مولانا محمد رحیم بخش آروی رحمۃ اللہ تعالےٰ

○ حضرت مولینا منشی حاجی محمد لعل محمد خان مدراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

○ حضرت مولانا محمد عبدالسلام جبلپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ

○ حضرت مولانا برہان الحق جبلپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ

○ حضرت مولانا محمد شفیع احمد بیسلپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ

○ حضرت مولانا حسنین رضا خان نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

○ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالےٰ

○ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاءالدین احمد مدنی قادری رحمۃ اللہ تعالےٰ

○ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی تقدس علی خان قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

چند اہم ارشادات

○ توحیدیں دو ہیں ایک توحید الٰہی کہ اللہ ایک ہے۔ ذات وصفات و اسماء وافعال واحکام وسلطنت کسی بات میں اس کا کوئی شریک نہیں اور دوسری توحید، توحید رسول کہ اپنی جمیع صفات کمالیہ میں تمام عالم سے منفرد ہیں۔

○ ہر مسلمان پر فرض اعظم ہے کہ اللہ کے سب دوستوں کو دوست رکھے اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے۔

○ عمر بھر کی عبادت ایک طرف اور خدا ورسول کی محبت ایک طرف،

اگر محبت نہیں تو سب عبادات و ریاضات بیکار ہیں۔

○ عبادت محض لوجہ اللہ ہونی چاہیئے۔ کبھی اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو کہ کسی کے عمر بھر کے اعمالِ حسنہ اس کی کسی ایک نعمت کا جو اس نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہیں، بدلہ نہیں ہو سکتے۔

○ جب تک فرض، ذمہ پر باقی رہتا ہے، کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔

○ عالم وہ ہے جو عقائد سے پوری طرح آگاہ ہو اور کسی کی مدد کے بغیر اپنی ضروریات کتاب سے نکال سکے۔

○ اللہ تعالیٰ کا حق توبہ سے معاف ہو جاتا ہے مگر بندے کا حق صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتا جب تک اس سے معاف نہ کرائے۔

○ جس مباح کے ترک میں مسلمانوں کے لیے ذلت ہو وہ واجب ہو جاتا ہے۔

○ جس کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا اس نے سب کچھ پالیا۔

○ بزرگانِ دین کے عرسوں میں جو ناجائز افعال ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے۔

○ وقت تین ہی ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا
بچپن گیا، جوانی گئی، بڑھاپا آیا پھر کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے، جس کا انتظار کیا جائے۔ ایک موت ہی باقی ہے۔

○ شیطان ہر وقت تمہاری گھات میں ہے اس سے کسی وقت غافل نہ ہو۔

○ نرمی کے فوائد، سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔

○ بیعت اس شخص سے کرنی چاہیئے جس میں چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔ اوّلاً صحیح العقیدہ ہونا، ثانیاً کم از کم اتنا علم رکھتا ہو کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل خود کتاب سے نکال سکے، ثالثاً اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ کہیں منقطع نہ ہو۔ رابعاً فاسق معلن نہ ہو۔

○ انسانی خواہشات وہاں تک معتبر ہیں جہاں تک شرعی ممانعت نہ ہو۔

○ جس کسی چیز کے حصول کا ارادہ ہو تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو اپنے تمام کمالات کو دروازے پر ہی چھوڑ دے اور یہ جانے کہ میں جانتا ہی نہیں کیوں کہ جو خالی ہو کر آئے گا وہی کچھ پائے گا۔ بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جا سکتی۔

○ عمدہ پانی کی تین صفات ہیں۔ "ہلکا ہونا" "شیرینی" اور "خنکی" اور یہ تینوں مدینہ طیبہ کے پانی میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔

○ ناجائز اور حرام کاموں کا تماشہ دیکھنا بھی ناجائز و حرام ہے۔

○ فسق عقیدہ، فسق عمل سے بدرجہا بدتر ہے۔

○ جاہل فقیر کا مرید ہونا، شیطان کا مرید ہونا ہے۔

○ بے علم صوفی کو شیطان کچے دھاگے کی لگام ڈالتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات)

وصال

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بطابق ۱۹۲۱ء کو جمعۃ المبارک کے روز اس وقت جبکہ اذان جمعہ ہو رہی تھی اور مؤذن حیّ علی الفلاح پکار رہا تھا۔ آپ کی روح فلاح و کامرانی کے ساتھ اس دنیائے فانی سے کوچ کر کے واصل الی اللہ ہو گئی۔

مولانا حسنین رضا خان آپ کے وصال شریف کے وقت موجود تھے، فرماتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت نے وصیت نامہ تحریر کرایا اس روز تمام کام گھڑی دیکھ کر ہوتے رہے دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے کہ وقت پوچھا گیا عرض کیا گیا اس وقت ایک بجکر چھپن منٹ ہو رہے ہیں۔ فرمایا گھڑی رکھ دو۔ تصاویر ہٹا دو۔ حاضرین کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہاں تصویر کا کیا کام؟ لوگ سوچ ہی رہے تھے کہ خود ہی فرمایا یہی لفافے کارڈ روپے پیسے (جن پر تصویریں ہوتی ہیں) پھر ذرا وقفہ سے اپنے بھائی مولانا محمد رضا خاں سے ارشاد فرمایا وضو کر آؤ۔ قرآن عظیم لاؤ۔ ابھی وہ تشریف نہ لاتے تھے کہ اپنے چھوٹے صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خان سے ارشاد فرمایا کہ بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ سورہ یٰسین اور سورہ رعد شریف کی تلاوت کرو۔

پھر مندرجہ ذیل وصیتیں فرمائیں۔

"سینہ پر دم آنے تک سورہ یٰسین اور سورہ رعد پڑھی جائیں، درود شریف بھی متواتر پڑھا جائے۔ رونے والے بچوں کو دور رکھا جائے۔ قبض روح کے فوراً بعد آنکھیں بند کر دی جائیں۔ اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں۔ بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ کہہ کر نزع میں ٹھنڈا پانی پلایا جائے۔ میت پر آہ و بکا نہ کی جائے۔ غسل اور کفن سنت کے مطابق ہو۔ مولانا حامد رضا خان فتاویٰ میں تحریر کی ہوئی دعائیں یاد نہ کر سکیں تو مولانا امجد علی نماز جنازہ پڑھائیں۔ قبر تیار ہو جائے تو سرہانے کی طرف الٓمّٓ سے تا مُفۡلِحُوۡنَ پڑھی جائے پائنتی کی طرف اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ تا آخر پڑھی جائے۔ فاتحہ میں طویل وقفہ نہ کیا جائے۔ میری فاتحہ کا کھانا صرف غرباء کو کھلایا جائے۔"

وصیت نامہ قلم بند کرانے کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے حمد و درود شریف کے مندرجہ ذیل کلمات تحریر فرمائے۔

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ وَلَهُ الْحَمْدُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلٰى شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ
وَصَحْبِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ وَابْنِهٖ وَحِزْبِهٖ اِلٰى اَبَدِ الْاٰبِدِيْنَ
اٰمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اب آپ کی حیات ظاہری میں چند منٹ باقی تھے حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں۔ آپ نے حضور قلب سے سنیں۔ جس آیت پر اشتباہ ہوا

یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر و زبر میں اس وقت فرق ہوا۔ خود تلاوت فرما کر بتا دی۔ سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے۔ بہ تمام و کمال بلکہ معمول سے زیادہ پڑھیں۔ کلمہ طیبہ پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینے پر دم آیا۔ ادھر ہونٹوں کی حرکت اور ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرہ مبارک پر ایک نور کی کرن چمکی جس میں جنبش تھی۔ اس کے غائب ہوتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ جس روز امام احمد رضا بریلوی کا وصال ہوا۔ ٹھیک اس روز بیت المقدس میں ایک شامی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ تمام صحابہ کرام حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے۔ شامی بزرگ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی

میرے ماں باپ حضور پر قربان! کس کا انتظار ہے؟

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"احمد رضا کا انتظار ہے"

انہوں نے عرض کی!

"حضور! احمد رضا کون ہیں؟"

ارشاد فرمایا:۔

ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔

بیداری کے بعد وہ شامی بُزرگ حضرت امام احمد رضا کی زیارت کے شوق میں ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ مگر بریلی آکر معلوم ہوا کہ اس عاشقِ رسُول کا اسی روز (۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو) وصال ہو گیا تھا۔ جس روز اُنہوں نے خواب میں حضُور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ سُنا تھا کہ ہمیں احمد رضا کا انتظار ہے۔

علامہ اقبال نے ایسے ہی مردانِ حق کے متعلق کہا ہے ؎

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

شہر بریلی (بھارت) محلہ سوداگراں میں دار العلوم منظرِ اسلام کے شمالی جانب ایک پرشکوہ عمارت میں آپ کا مزار مُبارک مرجع خلائق ہے۔

ع۔ خُدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

محمّد نُور المصطفٰے

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

یکم جنوری ۱۹۸۵ء

پاسبانِ عظمتِ دین

وہ امامِ اہلِ سُنّت حضرت احمد رضا
وہ سراپا علم و عرفان وہ سراسر اتقا
عصرِ حاضر کا مجدّد، عشق و مستی کا امام
پاسبانِ عظمتِ دیں، سرورِ دیں کا غلام

(جناب پروفیسر محمد حسین آسی)
(شعبہ اردو)
گورنمنٹ [illegible] کالج سیالکوٹ

مقتدائے اہلِ معنیٰ، نازشِ اہلِ نظر
تاجدارِ اہلسُنّت، عاشقِ خیر البشر
بالیقیں احمد رضا پر خود رضا کو ناز ہے
اس صنم خانے میں وہ توحید کی آواز ہے